# تصورِ پاکستان —

## ایک تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم اے، پی ایچ ڈی
(اعزازِ فضیلت)

ادارہ مظہرِ اسلام ۰ لاہور
اسلامی جمہوریہ پاکستان

مع اضافات

# تصور پاکستان

## ایک تحقیقی جائزہ






ادارہ مظہر اسلام، لاہور
اسلامی جمہوریہ پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر

بیادگار

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ

شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتحپوری، دہلی


عنوان ——— تصور پاکستان، ایک تحقیقی جائزہ

مصنف ——— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

پروف ریڈنگ ——— محمد عبدالستار طاہر

صفحات ——— ۸۵

سن اشاعت ——— شوال المکرم ۱۴۲۵ھ / دسمبر ۲۰۰۴ء

ناشر ——— ادارہ مظہر اسلام، لاہور

کمپوزنگ ——— الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، لاہور

تعداد ——— ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت ——— 40 روپے




نوٹ: بذریعہ عام ڈاک منگوانے کیلئے -/ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوائیں۔

**ملنے کا پتا**


# ادارۂ مظہر اسلام، لاہور

نئی آبادی، مجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۸۴۰

# کتاب نما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرض ناشر

شہرہ آفاق محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا یہ تحقیقی مقالہ تاریخ پاکستان کی ایک اہم گمشدہ کڑی کی نشاندہی کرتا ہے ـــــ اب تک ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ تصورِ پاکستان پہلی بار حضرت علامہ محمد اقبال مرحوم نے پیش کیا تھا لیکن اس مقالے سے نئے تاریخی حقائق سامنے آتے ہیں جو قابلِ توجہ بھی ہیں اور قابل مطالعہ بھی ـــــ یہ مقالہ ۱۹۷۸ء میں قلمبند کیا گیا اور ۱۹۸۰ء میں حکومت سندھ کے وقیع مجلّے ماہنامہ ''اظہار'' کے شمارے مارچ ۱۹۸۰ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ تقریباً انیس برس کے بعد ادارۂ مظہر اسلام، لاہور نے اس مقالے کو کتابی صورت میں اگست ۱۹۹۹ء میں شائع کیا، اس امید پر کہ محققین اور مورخین تحریک پاکستان اس کو قدر کی نگاہ سے مطالعہ فرمائیں گے اور اپنی گراں قدر آراء سے ضرور نوازیں گے ـــــ

متعدد تعلیمی اداروں، دانشوروں اور رسائل کو بغرض اظہارِ رائے یہ مقالہ ارسال کیا گیا مگر معدودے چند ایک کے، کسی نے بھی جواب تک دینا گوارا نہ کیا ـــــ موصولہ تاثرات ''اختتامیہ'' کے زیرِ عنوان اضافہ کے ساتھ اب اسکی اشاعت ثانی کا اہتمام کیا گیا ہے ـــــ اور اس گمان کے ساتھ کہ شائد بار دگر کسی کو اس اخلاقی و تاریخی فرض کی ادائیگی کا خیال آ ہی جائے۔

ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ابتدائیہ

ہماری تاریخ خیانتوں اور ناانصافیوں کا شکار ہے۔ جب مورخ و محقق خائن ہوتے ہیں تو تاریخ، تاریخ نہیں رہتی۔ مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس حقیقت کا اس وقت اعتراف کیا جب کھوج لگانے والوں نے ان کے سامنے سچے تاریخی حقائق پیش کئے جن کو چھپادیا گیا تھا، جن کو دبا دیا گیا تھا بلکہ دفن کر دیا گیا تھا۔

حضرت مسعودِ ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ تاریخ سے پردہ اٹھاتے ہوئے یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

> "جس زمین پر قائداعظم نے نظریہ پاکستان کی بنیاد رکھی، اس کی تیاری میں فاضل بریلوی نے اہم کردار ادا کیا ہے۔
>
> مولانا محمد علی جوہر نے ڈاکٹر اقبال کیلئے کہا تھا کہ ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کے دلوں میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی لگن لگادی مگر یہ بہت بعد کی بات ہے۔ جس وقت ڈاکٹر اقبال ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے، فاضل بریلوی ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں کے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ روشن کر رہے تھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال کے ہاں فاضل بریلوی کی آواز بازگشت سنائی دیتی ہے۔"[1]

فاضل بریلوی کی جدوجہد کے جو ثمرات سامنے آئے، اس کے بارے میں آگے چل

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ص: ۲۰۴، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

کر لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی نے آزادی وحریت کیلئے جو راہ متعین کی اس پر ان کے صاحبزادگان، خلفاء، تلامذہ اور متبعین چلتے رہے۔ چنانچہ فاضل بریلوی کے وصال کے تقریباً چار سال بعد ۱۹۲۵ء میں ان کے نامور خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے مرادآباد میں "الجمعیة العالیة المرکزیة" (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی اور ملک کے طول وعرض میں اس کی شاخیں کھولیں۔ اسی سال علی گڑھ سے محمد عبدالقدیر بلگرامی کے رسالہ "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام" (مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ ۱۹۲۵ء) میں پہلی مرتبہ تقسیم ہند کی مفصل تجویز سامنے آئی۔"[۲]

پانچ سال بعد جب ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر محمد اقبال نے سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو علماء میں غالباً سب سے پہلے مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے ڈاکٹر محمد اقبال کے موقف کی پرزور تائید کی۔[۳]

۱۹۴۰ء میں قراردادِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (بھارت) میں تاریخی اجلاس ہوئے تو ۲۹ راپریل ۱۹۴۶ء کے اجلاس میں متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور کی گئی:

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور

---

۲۔ رئیس احمد جعفری اور خواجہ عبدالحمید کمالی (سابق ڈائریکٹر اقبال اکادمی، کراچی) کا خیال ہے کہ یہ تجویز فاضل بریلوی کے محسن وکرم فرما مولانا عبدالقادر بدایونی کے صاحبزادے مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نے پیش کی تھی مگر پروفیسر محمد ایوب قادری نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے خیال میں یہ تجویز عزیز الدین بلگرامی نے پیش کی تھی (واللہ اعلم) تفصیلات کیلئے مطالعہ کریں:

☆ رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء

☆ خواجہ عبدالحمید کمالی: اقبال ریویو، شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء

☆ محمد ایوب قادری: الزبیر، بہاولپور ۱۹۷۰ء

۳۔ ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد، شمارہ شعبان ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء

اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔'' [۴]

اسلامی حکومت کے مکمل لائحہ عمل کیلئے جو کمیٹی بنائی گئی اس میں یہ حضرات شامل تھے:

(۱) علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی (تلمیذ فاضل بریلوی)
(م۔ ۱۶؍رجب ۱۳۸۱ھ۔ ۲۵؍دسمبر ۱۹۶۱ء)

(۲) صدر الافاضل محمد نعیم الدین مرادآبادی (خلیفہ فاضل بریلوی)
(م۔ ۱۹؍ذی الحج ۱۳۶۷ھ۔ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۴۸ء)

(۳) مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (فرزند فاضل بریلوی)
(م۔ ۱۴؍محرم ۱۴۰۲ھ۔ ۳؍نومبر ۱۹۸۱ء)

(۴) صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ فاضل بریلوی) (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

(۵) مولانا عبد العلیم صدیقی (خلیفہ فاضل بریلوی، والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی)
(م۔ ۲۲؍ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ۔ ۱۲؍اگست ۱۹۵۴ء)

(۶) ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری رضوی (خلیفہ فاضل بریلوی، والد گرامی مولانا سید محمود احمد رضوی) (م۔ ۱۳۹۸ھ۔ ۲۴؍ستمبر ۱۹۷۸ء)

(۷) شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی
(م۔ ۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ/۲۰؍جولائی ۱۹۸۱ء)

(۸) شاہ عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف (م۔ ۹؍جمادی الاول ۱۳۸۰ھ۔ ۳۰؍اکتوبر ۱۹۶۰ء)

(۹) سید امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف (م۔ ۲؍شعبان ۱۳۸۰ھ۔ ۲۰؍جنوری ۱۹۶۱ء)

---

۴۔ سید محمد محدث کچھوچھوی: خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ ص:۲۹، مطبوعہ مرادآباد، ۱۹۴۶ء

(۱۰) ابوالحسنات مولانا سید محمد احمد قادری، لاہور (م۔ ۲رشعبان ۱۳۸۰ھ۔ ۲۰ر جنوری ۱۹۶۱ء)

(۱۱) مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (م۔ ۱۵ر جمادی الاول ۱۳۹۰ھ۔ ۲۰ر جولائی ۱۹۷۰ء)

(۱۲) دیوان سید آل رسول علی خاں۵ (م۔ ۱۸ر جمادی الاول ۱۳۹۴ھ۔ ۹ر جون ۱۹۷۴ء)

الغرض مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ان کے صاحبزادگان، خلفاء اور تلامذہ نے تحریک احیائے اسلام اور تحریک آزادی ہند میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ خصوصاً پاکستان کی فکری اساس کی تعمیر و تشکیل میں جو اہم کردار ادا کیا وہ مورخین کی توجہ کا مستحق ہے۔ میاں عبدالرشید نے فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کی سیاسی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے صحیح لکھا ہے:

When Pakistan Resolution was to passed in 1940, the efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and spiritual leaders rose as One man to support Pakistan movement. Thus the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam.

اس کی تائید مشہور محقق سید انور علی ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ آف پاکستان اس طرح کرتے ہیں:

"مسلمانانِ ہند کیلئے ایک علیحدہ مملکت کا واضح خاکہ سب سے پہلے ۱۹۲۰ء میں اہل سنت و جماعت کے ایک فاضل عالم محمد عبدالقدیر نے مسٹر گاندھی کے نام ایک خط میں پیش کیا تھا۔ یہ مفصل و مبسوط خط اخبار "ذوالقرنین" بدایوں (بھارت)

---

۵۔ سید محمد محدث کچھوچھوی: خطبہ صدارت، جمہوریہ اسلامیہ، ص: ۲۹، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء

نوٹ:۔ فاضل بریلوی کے متبعین اور دوسرے علمائے اہل سنت و جماعت کی سیاسی خدمات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:

☆ محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء

☆ محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۹ء

۶۔ Mian Abdul Rasheed: Islam in Indo-Pak Sub Continent, Lahore, 1977.

میں مارچ واپریل ۱۹۲۰ء میں قسط وار شائع ہوا۔اس کے بعد رسالے کی صورت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ اس خط میں مسلمانوں کیلئے علیحدہ مملکت کا جو تفصیلی خاکہ مختلف اضلاع پر مشتمل پیش کیا گیا تھا وہ تقریباً وہی تھا جو آگے چل کر پاکستان کی صورت میں ہمیں حاصل ہوا۔اس میں شک نہیں کہ یہ ایک چونکا دینے والی حقیقت ہے لیکن اس سے اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ مورخین اہل سنت کی خاموشی سے تاریخ پاکستان نے کیا صورت اختیار کرلی اور اہم واقعات وحقائق پس منظر میں چلے گئے۔ لیکن اب بعض مورخین و محققین اس طرف توجہ کر رہے ہیں۔مثلاً پاکستان کے مشہور مورخ ومحقق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی انگریزی کتاب ’’دی اسٹرگل فار پاکستان‘‘میں محمد عبدالقدیر اور ان کے محولہ بالا تاریخی خط کا غالباً پہلی بار ذکر کیا ہے۔ضرورت ہے کہ ہمارے مورخین ومحققین کشادہ دلی سے کام لے کر اہل سنت وجماعت کے کارناموں کو تاریخ میں محفوظ کریں تاکہ قوم اپنے حقیقی محسنوں سے واقف ہوسکے۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ پاکستان کا مفصل خاکہ ۱۹۲۵ء میں جناب محمد عبدالقدیر بلگرامی علیہ الرحمہ نے پیش کیا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصور پاکستان علامہ اقبال نہیں بلکہ محمد عبدالقدیر بلگرامی تھے۔علامہ اقبال نے پانچ برس بعد ۱۹۳۰ء میں آپ ہی سے روشنی حاصل کر کے سیاسی پلیٹ فارم سے یہ تصور پیش کیا۔اس حقیقت کا اعتراف ہر انصاف پسند شخص کو کرنا چاہیے۔علمائے اہل سنت نے نہ صرف نظریہ پاکستان پیش کیا بلکہ سب سے پہلے مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے اس مقصد کو آگے بڑھانے کیلئے ۱۹۲۵ء میں مرادآباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔جس کے وہ خود ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ صدر منتخب ہوئے۔اس کانفرنس کا بنیادی مقصد یہ تھا

کہ مسلمانانِ ہند کے داخلی و خارجی انتشار کو دور کر کے ان کو ایک متحدہ قوت بنایا جائے، چنانچہ اس کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۱۹۲۷ء۔ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۳۰ء میں پاک و ہند کے علماء و صوفیاء نے شرکت کی اور برصغیر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ ۱۹۳۰ء کے اجلاس میں جو حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی کے شیخ طریقت شاہ ابواحمد محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف کی زیر صدارت بمقام بہرال (ضلع مالدہ بنگال) منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں یہ قرارداد منظور کی گئی:

''موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کانگرس کی تحریکات سے علیحدہ رہنا ضروری ہے۔ مذہب کا یہی حکم ہے اور اقتصادی مصالح کا بھی یہی تقاضا ہے۔''

۱۹۳۰ء میں علمائے اہل سنت جن مذہبی و اقتصادی مصالح کی بناء پر مسلمانانِ پاک و ہند کو کانگرس سے علیحدگی کا مشورہ دیا اور تقسیم ہند کی تائید کی۔ ۱۹۴۰ء میں انہیں مصالح کی بناء پر قائداعظم محمد علی جناح نے مطالبہ پاکستان پیش کیا۔ ان تاریخی حقائق سے علماء اہل سنت کی سیاسی بصیرت اور دوراندیشی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔[۷]

خاکپائے صاحبدلاں
محمد عبدالستار طاہر



۷۔ سید انور علی ایڈووکیٹ: تقدیم ''تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم'' ص: ۳۶، ۳۷، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

# تصورِ پاکستان ــــــ ایک تحقیقی جائزہ

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی، شاندار حکومت ..... بے مثال حکومت ــــــ زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے، نشیب و فراز آتے رہتے ہیں ــــــ کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں ــــــ وتلک الایام نداولھا بین الناس ــــــ ۱۸۵۷ء میں سقوط سلطنت مغلیہ کے بعد برصغیر میں مسلم اقتدار کا شیرازہ منتشر ہو گیا ــــــ اس دور انتشار میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے ہنود نے اپنی تمام توانائیوں کو یکجا کیا اور معاشی و سیاسی طرح پر اس دیرینہ محسن کے خلاف صف آراء ہوئے جس نے پاک و ہند کو حیرت انگیز استحکام بخشا ــــــ وہ محسن عظیم جس نے ہزار سالہ دور اقتدار میں بھی ہنود کے ساتھ بے مثال رواداری کا مظاہرہ کیا ــــــ رواداری کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو گی کہ نہ صرف پاک و ہند بلکہ ان شہروں میں بھی ہنود کی اکثریت ہی رہی جو مسلم سلطنتوں کے تخت گاہ بنے ــــــ بہر کیف اس محسن سے اس درجہ دل تنگ ہو گئے کہ سانس لینے کیلئے اس کو ایک قطعہ زمین دینے کے بھی روادار نہ تھے۔ آئے دن کے فسادات اور خون ریزیاں اس پر مستزاد۔

تنگ دلی کا جب یہ عالم دیکھا اور یہ محسوس کیا کہ زوال سلطنت اسلامیہ کے بعد اتنی سکت تو نہ رہی کہ برصغیر پاک و ہند کو پھر زیر نگیں کیا جائے اس لئے دانشوروں اور دردمندوں نے تقسیم ہند کی بات سوچی تا کہ مذہب کے ساتھ ساتھ معیشت کو بھی سنبھالا جائے ــــــ مسلمان کی فطرت میں غلامی نہیں، تاریخ گواہ ہے کہ وہ کبھی زیادہ عرصہ غلام نہیں رہا، اس نے ہمیشہ دنیا پر حکومت کی، آقائی اس کی فطرت میں ہے، اب بھی دنیا کے اہم گوشوں پر حکومت کر رہا ہے ــــــ سچ پوچھئے تو اس کے جذبہ فداکاری نے نہ صرف خود اس کیلئے بلکہ ہنود کیلئے بھی ہندوستان میں آزادی کی راہ ہموار کر دی ورنہ ہنود تو ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک مسلمانوں کے دست نگر رہے اور جب تک مسلمان ان کی صفوں میں شامل نہیں ہوئے، ان کی تحریک میں

جان نہیں پڑی۔

ہاں تو ذکر تھا آزادی وخود مختاری کا، تقسیم ہند کا، مذہبی آزادی اور معاشی خوشحالی کیلئے ایک خطۂ زمین کا ——— تو دردمندوں نے جب یہ دیکھا کہ ہزار سال تک جو دست نگر رہا اب اپنے آقا ومحسن پر تسلط جمانے کی فکر میں ہے تو انہوں نے برملا تقسیم ہند کی باتیں شروع کر دیں۔

چنانچہ:

- ——— ۱۸۶۷ء میں سر سید احمد خاں نے اور
- ——— ۱۸۹۰ء میں مولانا عبدالحلیم شرر نے تقسیم ہند کی طرف اشارہ کیا۔
- ——— ۱۹۱۵ء میں چوہدری رحمت علی نے "مسلم اسٹیٹ" کی ضرورت پر زور دیا۔
- ——— ۱۹۱۷ء میں عبدالجبار خیری اور پروفیسر عبدالستار خیری نے اسٹاک ہوم میں تقسیم ہند کی بات کی۔
- ——— ۱۹۲۲ء میں مولانا عبیداللہ سندھی نے تقسیم ہند کا ایک منصوبہ پیش کیا۔
- ——— ۱۹۲۳ء میں ڈیرہ اسماعیل خاں کے سردار محمد گل خاں نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔
- ——— ۱۹۲۵ء میں مولانا محمد علی جوہر نے "مسلم کوریڈور" کی حمایت کی۔

مگر ۱۹۲۵ء ہی میں جس تفصیل سے تقسیم ہند پر زیر بحث تجویز میں روشنی ڈالی گئی ہے، اس تجویز کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے لکھا ہے:۔



In March and April,1920, the "Dhu'l Qurnain" of Badaun published an open letter from on Muhammad Abdul Qadir Bilgrami to Gandhi advocating partition of the sub-continent, in which he gave even a list of Muslim districts, which is, generally speaking, not too different from the present bounderies of East and

West Pakistan.۱

دراصل تقسیم ہند کی زیر بحث تجویز ضمنی طور پر ایک رسالے میں پیش کی گئی ہے، جس میں برصغیر پاک و ہند میں گائے کی قربانی موقوف کرانے کیلئے ہندوؤں، قوم پرست اور دوسرے رہنماؤں کی تائید وحمایت کی مدلل اور پُر زور تردید کی گئی ہے، اور اس مسئلے پر عالمانہ و فقیہانہ بحث کی گئی ہے۔ اس رسالے کا عنوان ہے:۔

''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام''

یہ رسالہ سب سے پہلے بدایوں کے ہفت روزہ اخبار ''ذوالقرنین'' میں مارچ اور اپریل ۱۹۲۰ء کے شماروں میں مسلسل شائع ہوا۔ اس کے بعد سنہ مذکورہ میں ہی نظامی پریس، بدایوں سے پہلے بار کتابی شکل میں شائع ہوا۔ مگر اس وقت تک اس میں تقسیم ہند کی تجویز شامل نہ تھی۔ جب دوسری بار ۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے شائع ہوا تو یہ تجویز شامل تھی

——رئیس احمد جعفری مرحوم نے اپنی کتاب ''اوراق گم گشتہ'' میں یہ پورا رسالہ نقل کیا ہے۔۲

——اس کے علاوہ ۱۹۷۰ء میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی نے اس کو شائع کر دیا اور دوسرے مقامات پر بھی اس کی اشاعت ہوئی۔۳

●



ابتداء میں مصنف نے ''التماس'' کے عنوان سے بھی بعض ضروری امور کی وضاحت کی ہے جو بالترتیب یہاں پیش کیے جاتے ہیں:۔

---

۱Ishtiaq Hussain Qureshi:The Struggle for Pakistan, Karachi,1974, P-116

نوٹ: ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے تجویز کا سنہ تصنیف ۱۹۲۰ء تحریر فرمایا ہے۔ جہاں تک راقم کی معلومات کا تعلق ہے، یہ تجویز نہ اخبار ''ذوالقرنین'' میں شامل تھی اور نہ ہی بدایوں ایڈیشن (۱۹۲۰ء) میں بلکہ تقریباً پانچ سال بعد ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ ایڈیشن میں شامل کی گئی اس لئے اس تجویز کا سنہ تصنیف ۱۹۲۵ء قرار دیا جانا چاہیے —— مسعود

۲۔ رئیس احمد جعفری، سید: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۱ تا ص ۳۹۰

۳۔ مکتوب حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی بحررہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۸ء، از علی گڑھ مشمولہ

An Open Letter to Mahatma Gandhi, Karachi 1970 P:xii

❶ دہلی کانگریس کے صدر مدن موہن مالوی نے دسمبر ۱۹۱۸ء میں مسلمانانِ ہند سے درخواست کی کہ وہ ہندوؤں کی دلداری کی خاطر ہندوستان میں گائے کی قربانی ایک قلم موقوف کردیں۔

❷ آل انڈیا مسلم لیگ نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی تحریک اور حکیم اجمل خاں کی کوشش سے دسمبر ۱۹۱۹ء میں یہ تجویز منظور کرلی اور مسلمانانِ ہند کو ہدایت جاری کردی کہ وہ گائے کی قربانی ترک کردیں۔

❸ اسی زمانے میں مسٹر گاندھی نے بحیثیت صدر ''ہیومنی ٹیرین کانفرنس'' اہل ہند کو ترک حیوانات کی سخت تاکید اور اس سلسلے میں تمام ملک کا دورہ کیا۔

❹ کانگریس کی تحریک، مسلم لیگ کی تائید اور مسٹر گاندھی کی حمایت سے متاثر ہوکر تمام جلسوں میں خود مسلمانوں نے گائے کی قربانی ترک کردینے کی تجاویز پر لبیک کہا۔[۴]

ان حالات سے مجبور ہوکر مصنف (محمد عبدالقدیر) نے مسٹر گاندھی کے نام ایک مفصل ومبسوط خط لکھا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:۔

''چنانچہ مارچ اپریل ۱۹۲۰ء میں اخبار ''ذوالقرنین'' بدایوں میں یہ مضمون زیرعنوان:۔

''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام''

شائع کیا گیا اور اب اس کو رسالے کی صورت میں ترتیب دے کر پبلک کے سامنے پیش کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس ناچیز تحریر کو عامہ مسلمین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ وما علینا الا البلاغ۔[۵]

جیسا کہ عرض کیا گیا اس خط میں گائے کی قربانی سے متعلق ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ جیسا کہ اس کے سرورق کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں دوسرے ایڈیشن (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء) کے سرورق سے متعلقہ حصے کی نقل پیش کی جاتی ہے:۔

---

۴۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ملخصاً (بحوالہ اوراق گم گشتہ) ص ۳۵۲

۵۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۲

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ؕ البقرۃ

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ

# ہندو مسلم اتحاد

پر

# کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام

جس میں

ذبح و قربانی کے متعلق نہایت تحقیق کے ساتھ عقلی نقلی اور اقتصادی پہلو سے بحث کرکے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان اس شرعی حق سے جو شعائر اللہ میں داخل ہے کسی ملکی مصلحت سے یا خیالی نفع کی توقع پر دست بردار نہیں ہو سکتے

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بار دوم

قیمت [illegible]

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں چھپا
(دسمبر ۱۹۲۵ء)

سرورق

"ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام" ۱۹۲۰ء از محمد عبد القدیر اشاعت دوم ۱۹۲۵ء

# ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط
# مہاتما گاندھی کے نام

''جس میں ذبح و قربانی کے متعلق نہایت تحقیق کے ساتھ عقلی، نقلی اور اقتصادی پہلو سے بحث کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان اس شرعی حق سے جو شعائر اللہ میں داخل ہے، کسی ملکی مصلحت سے یا خیالی نفع کی توقع پر دست بردار نہیں ہو سکتے ــــــ''



راقم نے دوسرے ایڈیشن کا مطالعہ کیا ہے، اس میں شک نہیں کہ فاضل مصنف نے بہت ہی فاضلانہ، عالمانہ، فقیہانہ، مدلل و مسکت بحث کی ہے۔ مصنف نے مسئلہ قربانی پر بحث کے نتیجے میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے عقائد میں بُعد المشر قین ہے۔ جو ایک کے ہاں شعائر دین سے ہے، دوسرے کے ہاں گناہ کبیرہ۔ مختلف ادیان کے معتقدات میں تضادات پائے جاتے ہیں اور معقولیت یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس زریں اصول پر عمل کیا جائے۔ لکم دینکم ولی دین اور ایک دوسرے کے معتقدات میں دخل اندازی نہ کی جائے۔ مگر ہندوؤں کے جذبات نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی تھی کہ انہوں نے فطری اصولوں سے اعراض کرتے ہوئے مسلمانوں کے مذہبی معتقدات میں دخل اندازی شروع کر دی۔ ظاہر ہے اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ اسلام، ہندومت کے زیر اثر رہے۔ یہ بات ایک غیور مسلمان کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ بلکہ اس طرح اگر مسلمان بھی ہندوؤں کے معتقدات میں دخل اندازی کرتے اور ان سے بت پرستی ترک کرنے کا مطالبہ کرتے تو ان کیلئے بھی یہ بات ناقابل برداشت ہوتی ...... بہر کیف ہندوؤں کے طرز عمل سے جو نازک صورتحال پیدا ہو گئی تھی، اس کی اصلاح کیلئے مصنف نے مسٹر گاندھی کو واشگاف الفاظ میں لکھا کہ یہ باتیں اہل ملک کے ذہن نشین کر دیں:۔

● ——مذہب اسلام کی رو سے شعائر اللہ کی دنیاوی وجاہت یا نفع کے عوض بیچ کر دینا ہرگز جائز نہیں۔

● ——ہمارا عقیدہ ہے کہ ہندو کافر ومشرک ہیں اور ہمیں ممانعت ہے کہ ہم ان کے ساتھ دوستی یا محبت کا برتاؤ کریں۔

● ——ہندو تہواروں میں ہم قطعاً شریک نہیں ہو سکتے۔"[۷]

اس کے بعد مسٹر گاندھی کو یہ ہدایت کی:۔

"یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ خود اس قسم کی تحریکات کی مخالفت کریں اور قوم کو سمجھا دیں کہ مذہب کو سیاست سے بالکل الگ رکھا جائے۔ تاکہ جو کچھ آثار باہمی رواداری کے نظر آنے لگے ہیں، وہ مضبوط بنیاد پر قائم ہوں اور سیل حوادث کا شکار نہ ہو جائیں۔"[۸]

فاضل مصنف نے گائے کی قربانی سے متعلق سیر حاصل بحث کرنے کے بعد آخر میں تقسیم ہند کی مفصل تجویز پیش کی ہے جو ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں:۔

## تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز

اگر ہندو مسلم اتحاد کا ماحصل صرف اسی قدر ہے کہ ہم میں سے چند ہندو پرست اصحاب کو منتخب کر کے ان سے حسب دل خواہ کام لیا جاوے اور انہیں کے ہاتھ سے ہمیں ذبح کیا جائے تو پھر ملکی ہمدردی کے لمبے چوڑے دعوے فضول ہیں۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہو تو آپ کو افراد کی ذاتی رائے چھوڑ کر ہمارے قومی واسلامی نقطہ خیال پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہوگی اور "بستان و بدہ" کے اصول پر عمل کرنا ہوگا۔

---

۶۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ملخصاً (بحوالہ اوراق گم گشتہ، ص ۳۵۴، ۳۵۵)

۷۔ ایضاً: بحوالہ اوراق گم گشتہ، ص: ۳۷۰

۸۔ مذہب کو سیاست سے الگ رکھنے کا وہی مفہوم ہے جو مقصود اسلام ہے یعنی امور جہانبانی میں رعیت کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مسلم سیاست، مذہب سے الگ چیز ہے۔ اسلام ایک ایسا جامع اور وسیع مذہب جس میں سیاست شامل ہے، اس لئے سیاست میں شامل ہونے والے ہر شخص کا اسلام محاسب ہے —— مسعود

سب سے پہلے جس بات کی ضرورت ہم محسوس کرتے ہیں جو یہ ہے کہ مذہب کو سیاسیات سے بالکل علیحدہ رکھا جائے تاکہ جانبین کے معتقدات ناجائز دخل اندازی سے محفوظ رہیں۔ علاوہ بریں جو تہوار و رسوم و جلوس آپ کے مخصوصات میں سے ہیں، ان میں قطعاً مسلمانوں کو شریک نہ کیا جائے۔ و نہ آپ لوگ ہمارے مذہبی امور میں مخل ہوں بلکہ لکم دینکم ولی دین پر عمل رہے۔ اگر کچھ عرصہ تک ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے گا اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں چاہے وہ قربانی کے متعلق ہو یا نماز واذان وغیرہ کی بابت، مداخلت کی جائے گی تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ آج جو کشمکش ان دونوں قوموں میں موجود ہے وہ بہت کم ہو جائے گی اور ملکی معاملات میں دونوں ایک دوسرے کے شریک ہو سکیں گے۔

یہاں پر یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مخالفت کی بنا صرف گاؤ کشی ہی نہیں ہے بلکہ اردو ہندی کے جھگڑے، نظام سلطنت میں ہمارے حقوق کی مزاحمت، انتخاب جداگانہ سے انکار، سرکاری ملازمت کی کشمکش وغیرہ وغیرہ بھی اپنی اپنی جگہ پر اتحاد کے مدافع ہیں۔ اس لئے یہ اصول تسلیم کر لینے کے بعد کہ مذہب کو سیاست سے علیحدہ رکھا جائے اور جانبین کے معتقدات سے تعرض نہ کیا جائے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایک زبردست کمیشن مساوی التعداد ہندو مسلمانوں کے معتمد علیہ اشخاص کا مقرر کیا جائے۔ جو حسب ذیل اسکیم پر غور کرنے کے بعد ایک قابل قبول اور ممکن العمل فیصلہ کر دے:

- ہندوستان کی تقسیم از سر نو قومیت کی بنا پر اس طرح کی جاوے کہ ہر قوم کیلئے بڑے

**الف** صوبہ سرحدی و مغربی پنجاب کے دس اضلاع راولپنڈی، اٹک، جہلم، گجرات، شاہ پور، میانوالی، جھنگ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں اور ملتان یکجا کر کے ایک صوبہ بنادیا جائے۔

**ب** بنگال میں بوگرا، رنگ پور، تاج پور، جیسور، ندیا، فرید پور، ڈھاکہ، راج شاہی، پبنا، میمن سنگھ، باقر گنج، نواکھالی، پڑاؤ، چٹاگانگ کے اضلاع کا دوسرا صوبہ بنایا جائے۔

**ج** سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے جدا کر کے تیسرا صوبہ بنادیا جائے۔

- یہ بات اصولاً طے کر دی جائے کہ اس تقسیم کے بعد ہر حصہ ملک کا نظم و نسق اس کی کثیر التعداد رعایا کے مفاد کیلئے کیا جائے گا۔
- قلیل التعداد اقوام کی حفاظت و ادائے مراسم مذہبی و حقوق ملازمت وغیرہ کیلئے قواعد مرتب کئے جاویں اور ان کیلئے قومی سیاسی اہمیت کی بنا پر حسب ضرورت دارالامن قائم کئے جائیں۔

مثلاً پنجاب میں سکھ بااثر قوم ہے لیکن کسی واحد ضلع میں جو بلحاظ آبادی کے ہندو یا مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہے جو اس کا حلقہ اثر بنایا جاسکے۔ اس لئے قومی و پولیٹیکل اہمیت کی بنا پر ان کیلئے ایک دارالامن قائم کیا جائے۔ لودھیانہ و امرت سر اس کے لئے بہت موزوں ہیں۔ ان مقامات کا نظام حکومت سکھوں کے مفاد کے لحاظ سے ترتیب دیا جائے۔ سیالکوٹ عیسائیوں کا ملجاء و ماویٰ قرار دیا جائے اور ان کو وہاں وہی حقوق دیئے جائیں جو سکھوں کو امرتسر و لودھیانہ میں۔ اسی طرح ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں اسلامی تمدن کے گہوارہ ہیں، مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کیلئے خاص انتظام کی ضرورت ہوگی۔

- تبادلہ آبادی کے لیے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں تاکہ قلیل التعداد اقوام کے افراد جو کسی وجہ سے ترک وطن کر کے خود اپنی قوم کے حلقہ اثر میں جانا چاہیں وہ بغیر زیادہ نقصان کے تبدیل سکونت کر سکیں۔

● — کمشن مجوزہ کا فیصلہ قومی معاہدہ کی صورت میں ترتیب دیا جائے اور گورنمنٹ کے سامنے بطور ملکی مطالبہ کے عمل درآمد کے لیے پیش کیا جائے۔

● — جس وقت تک اس طرح کا معاہدہ نہ ہو جائے:۔

الف — مسلمانوں کے انتخابات جداگانہ کی مخالفت نہ کی جائے۔

ب — پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب آبادی کی بنا پر قرار دیا جائے۔ اس کی رو سے جن صوبوں میں مسلمان بلحاظ آبادی کے زیادہ ہیں وہاں بھی ان کے میجارٹی نہیں رہی، اور جہاں جہاں قلت تھی وہ بدستور قائم ہے۔ یہ سراسر بے انصافی ہے۔

ج — مذہبی مناقشات کے انسداد کیلئے قومی پنچایتیں قائم کی جائیں جن میں ہندو مسلمانوں کے نمائندوں کی تعداد مساوی ہو اور ہر قوم کی پنچایت کیلئے وہی لوگ منتخب کیے جائیں جو درحقیقت معتمد علیہ ہوں۔

مہاتما جی! اب میں اس عریضے کو ختم کرتا ہوں اور متوقع ہوں کہ جس دل سوزی سے میں نے اس کو لکھا ہے آپ اس کی قدر کریں گے اور اس کو نہایت غور و تامل کے ساتھ اول سے آخر تک پڑھ کر اپنے خیالات سے اہل ملک کو مطلع فرمائیں گے تاکہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ جس پر ملک کی آئندہ ترقی و بہبود کا دارومدار ہے، ہمارے جاہ پسند لیڈروں اور آپ کی قوم کے متعصب افراد کی دست برد سے محفوظ رہے۔ اس وقت ملک میں آپ کا اثر ہے اور آپ سے امید کرنا بے جا نہیں کہ آپ اسے اہل ہند کے مناقشات دور کرنے میں استعمال فرمائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

آپ کا نیاز مند

محمد عبدالقدیر [10]

---

۱۰۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ص: ۵۴ تا ۵۸، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۲۵ء

جس ایڈیشن میں مندرجہ بالا تجویز شائع ہوئی وہ ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔ اس لیے قرین قیاس ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اس کا ضرور مطالعہ فرمایا ہوگا۔ اور اگر اس رسالے کو مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف تصور کیا جائے تو یہ قیاس اور یقینی ہو جاتا ہے کہ مولانائے موصوف سے ڈاکٹر اقبال کے گہرے مراسم تھے ـــــ بہر کیف زیر بحث تجویز کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ۱۹۳۰ء سے پانچ سال قبل ۱۹۲۵ء میں تقسیم ہند کی مفصل تجویز پیش کی جا چکی تھی جو حیرت انگیز طریقے پر تقریباً انہیں علاقوں پر مشتمل ہے جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان میں شامل ہوئے۔ پھر ڈاکٹر محمد اقبال نے مسلم لیگ کے سیاسی پلیٹ فارم سے الٰہ آباد میں تقسیم ہند کا تصور پیش کیا۔ [۱۱] طبقہ علماء میں جس کی پر زور تائید اہل سنت و جماعت کے جلیل القدر عالم اور سیاست داں مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے کی اور اپنے رسالے ''السواد الاعظم'' (مرادآباد) میں کھل کر اظہار خیال فرمایا۔ ڈاکٹر اقبال کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے عوامی سطح پر اس تجویز کو رکھ کر پورے ہندوستان کو اس طرف متوجہ کیا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

Sir Muhammad Iqbal is generally credited with initiating the idea of seperation As has been mentioned, there were people before him who advocated partion but Iqbal was the first important public figure to propound the idea from the platform of the Muslim League. In his presidential address to League's annual session at Allahabad in 1930, he discussed the problem of India at length. [۱۲]

۱۱۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے لکھا ہے کہ اقبال نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک جرمن ماہر جغرافیہ سے ہندوستان کا نقشہ بنوایا تھا، جس میں ان علاقوں کی جغرافیائی طور پر نشاندہی کی گئی تھی جو پاکستان میں شامل ہوا تھے۔ (بحوالہ ہفت روزہ الہام بہاولپور، ۱۴ اگست ۱۹۹۷ء ص ۷)...... ممکن ہے کہ یہ نقشہ تیار کراتے وقت اقبال کے پیش نظر تقسیم ہند کی وہ مفصل تجویز ہو جو ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی ـــــ مسعود

۱۲۔ Ishtiaq Hussain Qureshi: The Struggle for Pakistan, Karachi,1947,P:117.

# تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز کا مصنف؟

تقسیم ہند کی جس تجویز کا اوپر ذکر کیا گیا اس کے مصنف کے بارے میں محققین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ——— حکیم موسیٰ امرتسری ۱۳؎ کی عنایت سے رسالے کا علی گڑھ ایڈیشن (۱۹۲۵ء) نظر سے گزرا جس سے پچھلے صفحات میں استفادہ کیا گیا۔ اس ایڈیشن کے سرورق پر مصنف کا نام نہیں، البتہ آخر میں صرف ''محمد عبدالقدیر'' لکھا ہوا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہی مصنف کا نام ہے۔ کیوں کہ یہ رسالہ پہلے اخبار ''ذوالقرنین'' میں بدایوں سے شائع ہوا ۱۴؎ اس لئے بعض محققین اس کو اس وقت کے ممتاز عالم اور سیاست دان مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی سے منسوب کرتے ہیں۔ ۱۵؎ لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ رسالہ دراصل

---

۱۳۔ صدر، مرکزی مجلس رضا، لاہور

۱۴۔ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی جلیل القدر عالم اور صاحب بصیرت سیاست دان تھے۔ ۱۸۹۳ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ معاصرین علماء سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ تحریک خلافت ۱۹۱۹ء اور تحریک ترک موالات ۱۹۲۰ء میں شریک رہے مگر کانگرس کے کسی جلسے میں شرکت نہیں کی۔ ۱۹۲۴ء میں آثار مقدسہ شہید کرنے کے خلاف تحریک میں حصہ لیا۔ عراق اور اردن کے شاہی خاندانوں سے مولانا کے خصوصی تعلقات تھے۔ تحریک پاکستان کے زمانے میں آپ حیدر آباد دکن کی عدالت العالیہ میں مفتی تھے۔ انجمن اتحاد المسلمین کے زبردست موئید تھے۔ جو دراصل اسٹیٹ مسلم لیگ تھی۔ قائداعظم اور نواب بہادر یار جنگ کے مداح تھے۔ بلکہ نواب صاحب کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی تھی۔ الغرض مولانا پاک وہند کے طبقہ علماء اور سیاست دانوں میں ایک قابل ذکر ہستی تھے۔ ۱۹۷۶ء میں بدایوں میں آپ کا انتقال ہوا۔ (ماخوذ از مکتوب مولانا ماہر القادری مکتوبہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

تفصیلات کے لیے راقم کا مندرجہ ذیل مقالہ مطالعہ کیا جائے:

''عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء...... مسعود

۱۵۔ اخبار ''ذوالقرنین'' کے مدیر نظام الدین حسین نظامی نے مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی کے والد ماجد مولانا

ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تصنیف ہے۔[16]

چونکہ وہ سرکاری ملازم تھے اور اپنا نام ظاہر نہ کر سکتے تھے اس لیے اپنے بھائی عبدالقدیر[17] کا نام ڈال دیا۔

ہم پہلے اس موقف کا جائزہ لیں گے اس کے بعد اول الذکر موقف کی طرف متوجہ ہوں گے۔



غالباً سب سے پہلے پروفیسر محمد ایوب قادری نے اس طرف توجہ فرمائی اور اپنے مضامین میں اس موقف کا ذکر کیا۔[18] ان مضامین کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ رسالے کے علی گڑھ ایڈیشن (۱۹۲۵ء) کے ناشر حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی مرحوم کا یہ کہنا تھا کہ رسالہ دراصل قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تصنیف ہے چونکہ وہ سرکاری ملازم تھے اور اپنا نام ظاہر نہ کر سکتے تھے، اس لیے بڑے بھائی محمد عبدالقدیر بلگرامی کا نام ڈال دیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم ہند کی مفصل تجویز بدایوں ایڈیشن (۱۹۲۰ء) میں شامل نہ تھی۔ یہ بعد میں قاضی

---

۱۶۔ قاضی عزیز الدین، قاضی عبدالوالی بلگرامی کے بیٹے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں علی گڑھ سے بی۔ اے کیا سن ۱۹۱۰ء میں ڈپٹی کلکٹر سہارن پور ہوئے۔ بعد میں ایل۔ ایل۔ بی کیا۔ کانپور، مراد آباد، میرٹھ اور الہ آباد میں مختلف سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۲۹ء میں الہ آباد سے ریٹائر ہوئے۔ بعد میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں خزانچی ہو گئے۔ ۱۹۳۱ء میں علی گڑھ میں انتقال ہوا ــــــ مسعود

۱۷۔ قاضی عزیز الدین بلگرامی کے بڑے بھائی تھے۔ شکار کے شوقین تھے اور آبائی جائیداد پر گزر بسر کرتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں انتقال ہوا ــــــ مسعود

۱۸۔ (الف) محمد ایوب قادری پروفیسر: "تصور پاکستان کی ایک گم شدہ کڑی" مشمولہ سہ ماہی "العلم" کراچی، شمارہ جنوری تا مارچ ۱۹۶۸ء

(ب) محمد ایوب قادری پروفیسر: "تحریک پاکستان کی ایک گم شدہ کڑی" مشمولہ سہ ماہی "الزبیر" بہاولپور شمارہ ۲، ۱۹۷۰ء

نوٹ: رسالہ "العلم" محترم جناب سید نور محمد قادری (چک نمبر ۵ شمالی، گجرات) کی عنایت سے ملا، اور رسالہ "الزبیر" مکرمی جناب مسعود حسن شہاب نے مرحمت فرمایا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے بھی ازراہ کرم تراشے ارسال فرمائے تھے ــــــ مسعود

عزیز الدین بلگرامی نے اضافہ کی، حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی نے اس پر نظرِ ثانی اور تصدق احمد خان مرحوم [19] نے اس کی تائید کی۔

حاجی مقتدیٰ خاں شروانی نے مختلف حضرات کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں بار بار اسی موقف کا اعادہ کیا گیا ہے۔ یہاں شروانی صاحب کے بعض خطوط سے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:۔

۱ رسالہ عبد القدیر کے نام سے ہے۔ یہ قاضی صاحب کے حقیقی بھائی ہیں، چونکہ قاضی (عزیز الدین بلگرامی) سرکاری تعلق کی وجہ سے خود اپنے نام سے نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس لیے اپنے بھائی کے نام سے لکھ دیا گویا اس کا پردہ لیا۔[20]

۲ میں براہِ راست، بلا واسطہ واقف ہوں کہ رسالہ ''ابلیس کا خطبہ صدارت'' اور ''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام'' قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی مرحوم کی تصنیف ہیں —— ۱۹۲۵ء میں ایم۔اے۔او کالج کی پنجاہ سالہ سنہری جوبلی کے موقع پر یہ چھپ کر شائع ہوئے تھے۔[21]

۳ ''خطبہ ابلیس'' پر مصنف کا نام نہیں۔ ''مہاتما گاندھی کے نام کھلا خط'' پر عبد القدیر ہے، یہ محض فرضی ہے۔ عبد القدیر مصنف کتاب قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی ایم۔اے، ایل۔بی کے بھائی تھے، چونکہ مصنف بوجہ اعلیٰ سرکاری عہدے دار ہونے کے اپنے نام سے یہ کتاب یا ایسی کوئی اور نہ لکھ سکتے تھے، اس لیے دوسرے کا نام ڈال دیا۔[22]

---

۱۹۔ تصدق احمد خاں بیرسٹر تھے، تحریک خلافت اور کانگرس کے سرگرم کارکن، مسٹر گاندھی اور نہرو ان کی صلاحیتوں کے قائل تھے —— مسعود

۲۰۔ مکتوب محررہ ۲۵ ردسمبر ۱۹۵۶ء از علی گڑھ بنام پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی

۲۱۔ مکتوب محررہ ۲۳ رجنوری ۱۹۶۸ء از علی گڑھ بنام ڈاکٹر صبیح الدین بلگرامی ابن قاضی عزیز الدین بلگرامی، کوئٹہ

۲۲۔ مکتوب محررہ ۲۸ رمارچ ۱۹۶۸ء از علی گڑھ بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحب زادے جناب عبدالمجید محمد اقبال نے ایک ملاقات (جون ۱۹۷۷ء) میں فرمایا کہ اخبار ''ذوالقرنین'' بدایوں، کے موجودہ چیف ایڈیٹر جناب احیدالدین نظامی (جو مدیر اول جناب نظام الدین حسین نظامی کے صاحب زادے ہیں جنہوں نے پہلا اور دوسرا ایڈیشن شائع کیا تھا) فرماتے تھے کہ رسالہ کے مصنف مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی ہیں۔ جب راقم نے نظامی صاحب سے رجوع کیا تو ان کے صاحب زادے اور ایڈیٹر اخبار ''ذوالقرنین'' جناب جمال الدین مونس نظامی نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ والد صاحب ضعیف ہو گئے ہیں، ان کی یادداشت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، اس کے بعد موصوف نے اپنی یادداشت کی بناء پر وہی بات کہی جو اوپر کہی گئی ہے۔ اس کے علاوہ چند نئے انکشافات کئے۔ ہم ان کے مکتوب سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں:۔

(۱) ''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام'' اخبار ''ذوالقرنین'' میں یہ مضمون قسط وار ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تھا۔ پھر یہ مضمون کتابی شکل میں دسمبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب کی نقل علی گڑھ میں ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔[۲۳] اس پر مصنف کا نام ''محمد عبدالقدیر'' لکھا ہوا ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ یہ ''حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی'' ہیں۔[۲۴]

(۲) یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ یہ نام فرضی ہے، اصل مصنف اس وقت سرکاری ملازمت میں تھے تو انہوں نے اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اس سلسلے میں ایک مضمون سہ ماہی ''العلم'' کراچی [۲۵] ——— میں چھپا تھا۔[۲۶]

---

۲۳۔ علی گڑھ ایڈیشن (۱۹۲۵ء) بدایوں ایڈیشن (۱۹۲۰ء) کی ہو بہو نقل نہیں بلکہ اس میں ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے ———

——— مسعود

۲۴۔ مکتوب محررہ ۲۳ راگست ۱۹۷۷ء از بدایوں، بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد (مٹھی، ضلع تھر پارکر سندھ)

۲۵۔ یہاں پروفیسر محمد ایوب قادری کے مضمون کی طرف اشارہ ہے، جو میں سہ ماہی ''العلم'' کراچی میں ۱۹۶۸ء (جنوری تا مارچ) شائع ہوا۔

۲۶۔ مکتوب مذکور

(۳) مولانا طفیل احمد منگلوری مصنف ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' (م۔ مارچ ۶ ۱۹۴ء)
اور مولانا نظام الدین حسین نظامی بدایونی (م۔ جون ۱۹۴۷ء) اور مولوی بشیر الدین ایڈیٹر ''البشیر'' اٹاوہ، ان تینوں کے ایماء سے یہ کتاب لکھی گئی تھی ان تینوں کے مشترکہ دوست قاضی عزیز الدین بلگرامی ڈپٹی کلکٹر مرحوم اس کے اصل مصنف ہیں۔ ۲۷

(۴) بلگرامی صاحب کٹر مسلم لیگی تھے۔ ۲۸ مولانا طفیل احمد، نظامی بدایونی، مولوی بشیر الدین یہ سب پکے کٹر نیشنلسٹ اور کانگرسی خیال کے تھے۔ ۲۹

مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جمال الدین مونس نظامی (موجودہ ایڈیٹر اخبار ''ذوالقرنین'' بدایوں) زیر بحث رسالے کو قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تصنیف سمجھتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں انہوں نے پروفیسر محمد ایوب قادری کے مضمون سے استفادہ کیا ہے جس کا حوالہ بھی انہوں نے دیا ہے۔ اپنے والد جناب احید الدین نظامی سے کوئی بات نقل نہیں کی، تحقیقی نقطہ نظر سے یہ ایک ثقہ راوی سمجھے جاسکتے ہیں مگر ان کے متعلق یہ تحریر کرکے روایت کرنے سے اعراض کیا ہے:۔

''والد صاحب اب زیادہ ضعیف ہیں اس لیے اب ان کی یادداشت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد ایوب قادری نے مجھ سے ایک زمانہ میں سب معلومات کیں تھیں اور انہوں نے ایک مفصل مضمون لکھا۔'' ۳۰

---

۲۷۔ مکتوب مذکور

۲۸۔ رسالہ کا موضوع گائے کی قربانی کی حمایت ہے۔ ۱۹۲۰ء میں کانگرس اور مسلم لیگ دونوں کی طرف سے قربانی کی مخالفت کی گئی تھی اور صدر مسلم لیگ حکیم اجمل خاں نے ایک تجویز پاس کراکے اس کی عام اشاعت کی۔ چنانچہ رسالے میں حکیم صاحب پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ اس لیے یہ بات محل نظر ہے کہ ایک ایسا شخص صدر مسلم لیگ پر تنقید کرے جو مزاجاً مسلم لیگی تھا۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ قوم پرست علماء جو آخر تک تقسیم ہند کے مخالف رہے ان کے ایماء پر تقسیم ہند کی تجویز کیسے پیش کی گئی؟ ——— مسعود

۲۹۔ مکتوب مذکور

۳۰۔ مکتوب مذکور

نوٹ:۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے اپنے دونوں محولہ بالا مضامین میں کسی مقام پر احید الدین نظامی سے بات چیت کا حوالہ نہیں دیا۔ اس کی وجہ معلوم نہیں۔ البتہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحبزادے عبدالمجید محمد اقبال فرماتے تھے کہ احید الدین نظامی کہتے تھے کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔ واللہ اعلم۔

بہرکیف علی گڑھ ایڈیشن (۱۹۲۵ء) کے ناشر حاجی مقتدیٰ خاں شروانی کے بیان پر بھروسہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل حضرات نے رسالہ کو قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تصنیف قرار دیا ہے:۔

1. پروفیسر محمد ایوب قادری
2. ڈاکٹر معین الحق [۳۱]
3. محمد ضیاء الاسلام [۳۲]
4. جمال الدین مونس نظامی

تحقیق کے دوران ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی [۳۳] کی توجہ اور جناب احمد خاں صاحب [۳۴] کی عنایت سے بدایوں ایڈیشن (۱۹۲۰ء) کے متعلقہ صفحات کے عکس مل گئے۔ ان کے مطالعے سے مندرجہ ذیل مزید حقائق سامنے آئے:۔

1. کتابی شکل میں رسالہ کا پہلا ایڈیشن نظام الدین حسین پرنٹر پبلشر نے نظامی پریس، بدایوں میں ۱۹۲۰ء میں چھپوا کر شائع کیا۔
2. سرورق پر مصنف کا نام نہیں البتہ آخر میں "محمد عبدالقدیر بلگرامی" لکھا ہوا ہے جب کہ علی گڑھ ایڈیشن میں صرف "محمد عبدالقدیر" لکھا ہوا ہے۔
3. تقسیم ہند کی مفصل تجویز اس ایڈیشن میں نہیں۔ یہ بعد میں ۱۹۲۵ء میں شامل کی گئی ہے۔

ان حقائق سے رسالہ کے مصنف کے نام کے بارے میں التباس کی کچھ وضاحت ہو جاتی ہے۔ لیکن رسالہ کے اصل موضوع نے جو گائے کی قربانی سے متعلق فقیہانہ اور فاضلانہ بحث پر مشتمل ہے، حتمی فیصلے میں رکاوٹ پیدا کر دی۔

---

۳۱۔ An Open letter to Mahatama Gandhi, Karachi,1970 PP.i,ri

۳۲۔ An Open letter to Mahatama Gandhi, Karachi,1970 PP.i,ri

۳۳۔ ریڈر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

۳۴۔ لائبریرین ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی دو کتابوں میں ۳۵ے اس رسالے کا حوالہ دیا ہے مگر انہوں نے احتیاط سے کام لیتے ہوئے اصل مصنف اسی کو قرار دیا ہے جس کا رسالہ کے آخر میں نام ہے یعنی "محمد عبدالقدیر بلگرامی" ـــــ مولوی امین الدین زبیری نے اس رسالے کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے مزید احتیاط کے پیش نظر مصنف کا نام ہی نہیں دیا صرف تقسیم ہند کی تجویز کا ذکر کیا ہے۔ ۳۶ے

●

اب ہم دوسرے موقف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی یہ کہ رسالہ زیر بحث ممتاز عالم دین اور سیاست دان مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا پاکستان کے مشہور قلم کار رئیس احمد جعفری مرحوم اور اقبال اکیڈمی، پاکستان کے سابق ڈائریکٹر خواجہ عبدالحمید کمالی اس موقف کے حامی ہیں۔ جعفری صاحب مرحوم کے دونوں مکاتب فکر کے علماء سے تعلقات رہے ہیں۔ اور وہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے معاصر ہیں۔ اس لیے بھی ان کی رائے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بیگم جعفری کی عنایت سے جعفری صاحب کی ضخیم تالیف "اوراق گم گشتہ" ملی، جس میں جعفری صاحب نے رسالہ کا پورا متن نقل کیا ہے۔

فہرست میں رسالہ کو "حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی" ۳۷ے سے منسوب کیا ہے اور رسالہ کے دیباچہ میں مصنف نے کہا ہے جہاں "محمد عبدالقدیر" لکھا ہے وہاں جعفری صاحب نے اسی طرح لکھا ہے:

۳۵۔(i) The Muslim Community.

(ii) The Struggle for Pakistan, Karachi, 1947.

نوٹ:۔ پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب شریف الدین پیرزادہ نے بھی اپنی مندرجہ ذیل کتاب میں کسی جگہ حاشیہ پر تقسیم ہند کی اس تجویز کا ذکر کیا ہے:

Evolution of Pakistan, Karachi, 1963.

۳۶۔ مکتوب مطبوعہ روزنامہ "انجام" کراچی شمارہ ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء

۳۷۔ رئیس احمد جعفری، سید: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص:۲۵

(حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی)[۳۸]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جعفری صاحب رسالہ کو مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف سمجھتے تھے۔ "اوراق گم گشتہ" پہلی بار ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی اور اس وقت پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کا مضمون "تصور پاکستان کی ایک گم شدہ کڑی" (مطبوعہ سہ ماہی "العلم" کراچی ۱۹۵۶ء) شائع ہو چکا تھا۔ قادری صاحب سے جعفری صاحب کے ذاتی تعلقات بھی تھے۔ اس لیے یہ قرین قیاس نہیں کہ جعفری صاحب نے قادری صاحب کا مقالہ مطالعہ نہ کیا ہو یا وہ اختلاف رائے سے واقف نہ ہوں لیکن اس کے باوجود ان کا موقف یہی رہا کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔

خواجہ عبدالحمید کمالی بھی اس موقف کے حامی ہیں کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔ فاضل موصوف نے اقبال ریویو شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے:

"جناح، اقبال اور تصور پاکستان"

اس مقالے میں کئی جگہ زیر بحث رسالہ اور تقسیم ہند کی تجویز کا ذکر کیا ہے ہم یہاں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:۔

**الف** سب سے زیادہ واضح اور معین خاکہ عبدالقدیر بدایونی نے ۱۹۲۰ء میں پیش کیا۔[۳۹]

**ب** عبدالقدیر بدایونی کی یہ تجاویز مارچ اور اپریل ۱۹۲۰ء میں "ذوالقرنین" بدایوں میں شائع ہوئیں۔[۴۰]

---

۳۸۔ رئیس احمد جعفری، سید: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ، لاہور ۱۹۶۸ء ص: ۲۵

نوٹ:۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ جب بدایوں ایڈیشن (۱۹۲۰ء) میں "محمد عبدالقدیر بلگرامی" لکھا ہے تو پھر "محمد عبدالقدیر بدایونی" کیوں سمجھا جائے۔ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ جب رسالہ کو قاضی "عزیزالدین بلگرامی" کی تصنیف سمجھا جا سکتا ہے اور مصلحت کے وقت کے عذر کو قبول کیا جا سکتا ہے تو "بلگرامی" اور "بدایونی" کے اختلاف کو بھی مصلحت وقت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ داخلی شواہد اس قیاس کے موئید ہوں ——— مسعود

۳۹۔ اقبال ریویو، شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء، ص: ۳

۴۰۔ ایضاً: ص: ۵

ج عبدالقدیر جیسے عالم اگر ہندوستان کی سیاسی تنظیم نو یا تقسیم کا نظریہ ۱۹۲۰ء میں پیش کرنے کے قابل ہوئے۔[۴۱]

جون ۱۹۷۷ء میں راقم خواجہ عبدالحمید کمالی کے دولت کدے پر حاضر ہوا اور زیر بحث رسالے پر مفصل گفتگو ہوئی۔ خیال یہ تھا کہ شاید کمالی صاحب نے پروفیسر ایوب قادری صاحب کے مضامین نہیں دیکھے ورنہ ضرور رجوع کر لیتے مگر یوں محسوس ہوا کہ کمالی صاحب نے مطالعہ کے بعد اپنی رائے قائم کی ہے اور وہ مضبوطی سے اس پر قائم ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات پر اصرار فرمایا کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔ راقم کی درخواست پر موصوف نے ایک تحریری بیان بھی عنایت فرمایا جو نقل کیا جاتا ہے:۔

"اس خط کے بارے میں کوئی شبہ مجھے نہیں ہے کہ یہ بدایونی صاحب کا ہے۔ ان کا طرز تحریر اس خط میں نمایاں ہے، نیز ان کے خیالات، مذہبی حکمت عملی اور سیاسی انداز عمل اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ ان ہی کا ہے۔

مقتدیٰ خاں شروانی پریس کا کام کرتے تھے، ہزاروں پمفلٹ، کتابیں، چھوٹے موٹے رسالے ان کے سامنے سے آئے اور گئے، ان کی یادداشت پر کہ کون کس کا لکھا ہوا تھا، بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ خاص طور پر بڑھاپے کی یادداشت اور تنہا ایک آدمی کی روایت تحقیقات میں کوئی وزن نہیں رکھا کرتیں۔ زیادہ سے زیادہ تیسرے درجے کی سنسنی خیزی ضرور پیدا کر سکتی ہیں۔"[۴۲]

رئیس احمد جعفری اور خواجہ عبدالحمید کمالی کے علاوہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحبزادے جناب عبدالمجید محمد اقبال بھی رسالہ کو اپنے والد ہی کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ ۱۴ر جون ۱۹۷۷ء کو موصوف راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور اس مسئلے پر تبادلہ خیال فرمایا۔ بالآخر یہی فرمایا کہ انہوں نے زیر بحث رسالے کو اپنے والد ہی کا سمجھا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس کی

---

۴۱۔ اقبال ریویو، شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء، ص:۸

۴۲۔ خواجہ عبدالحمید کمالی تحریری بیان محررہ جون ۱۹۷۷ء کراچی

تصدیق اخبار ''ذوالقرنین'' بدایوں کے مدیر اعلیٰ سے بھی کر لی گئی ہے جہاں سے یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تھا۔ موصوف نے ازراہِ کرام اپنا تحریری بیان بھی عنایت فرمایا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ۴۳

''ڈاکٹر حمید کمالی کا مضمون جو ''اقبال ریویو'' میں شائع ہوا تھا، اس میں پاکستان کی موجودہ صورت اور اس کے تصور میں کافی تفصیل سے مولانا عبدالقدیر صاحب کے خط کا تذکرہ کیا ہے جو میں نے اپنے باوا علیہ الرحمہ (والد ماجد) سے متعلق سمجھا لیکن بعد میں دوران گفتگو عزیزی پروفیسر ایوب قادری صاحب سے یہ معلوم ہو کر کہ وہ مولانا عبدالقدیر صاحب کوئی دوسرے بزرگ ہیں، کچھ حیرت بھی ہوئی۔ اس سلسلے میں میں نے پروفیسر کمالی صاحب سے اولاً معلومات حاصل کیں جنہوں نے اپنی تحقیق کو باوا (والد ماجد) سے ہی متعلق (ہونے پر) یقین کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۵ء میں میرا بدایوں جانے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ وہاں احید الدین صاحب (نظامی پریس) سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، انہوں نے بھی اس بات سے اتفاق کیا کہ یہ واقعی باوا (والد ماجد) سے ہی متعلق ہے۔ ۴۴

بدایوں کے ایک فاضل ڈاکٹر محمد صداقت اللہ خاں صاحب نے بھی مدیر ''ذوالقرنین'' کے حوالے سے یہی بات لکھی ہے۔ ۴۵



---

۴۳۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ زیر بحث رسالہ کے بارے میں نہ قاضی عزیز الدین بلگرامی کے صاحبزادے ڈاکٹر صبیح الدین بلگرامی کو براہِ راست اس کا علم تھا کہ رسالہ ان کے والد کی تصنیف ہے اور نہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحبزادے عبدالمجید محمد اقبال کو بلاواسطہ یہ علم کہ رسالہ ان کے والد کی تصنیف ہے۔ دونوں حضرات کو بالواسطہ معلوم ہوا۔۔۔۔۔ مسعود

۴۴۔ عبدالمجید محمد اقبال تحریری بیان محررہ ۱۴ رجون ۱۹۷۷ء کراچی

نوٹ:۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ راقم نے اس بات کی تصدیق و توثیق کے لئے خود احید الدین نظامی سے رابطہ کیا اور ان کو خط لکھا جس کا جواب انکے صاحبزادے جمال الدین مونس نظامی نے دیا (محررہ ۲۳ راگست ۱۹۷۷ء)۔ مونس صاحب نے اپنے والد کی طرف سے نہ اس بات کی تصدیق کی اور نہ تکذیب۔ اس بات سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید احید الدین نظامی کا وہی خیال ہو جو اوپر مذکور ہوا۔۔۔۔۔ مسعود

۴۵۔ مکتوب بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کسی مصنف کے بارے میں تحقیق کے لیے جہاں خارجی شواہد ضروری ہیں وہاں داخلی شواہد بھی ضروری ہیں۔ خارجی شواہد کتنے ہی وزنی ہوں اگر داخلی شواہد اسکی تغلیط و تکذیب کرتے ہیں تو حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

رسالہ کا موضوع فقہ و سیاست ہے اس لیے داخلی شواہد پر بحث سے پہلے ہم جاننا چاہیں گے کہ قاضی عزیز الدین بلگرامی اور مولانا عبدالقدیر بدایونی کا علم فقہ میں کیا پایہ تھا اور سیاست میں کیا مقام تھا؟ اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی ——— سب سے پہلے ہم ان دونوں بزرگوں کے سوانحی حالات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:۔

| مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی | قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی |
| --- | --- |
| 1 آپ کے جد امجد شاہ فضل الرسول، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ الاساتذہ تھے۔[۴۶] آخری تاجدار مغل بہادر شاہ ظفر فقہی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔[۴۷] | 1 آپ کے جد امجد کا حال معلوم نہیں۔ |
| 2 والد گرامی محب رسول شاہ عبدالقادر بدایونی جلیل القدر عالم تھے۔[۴۸] مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے آپکی مدح میں منقبت لکھی ہے۔[۴۹] | 2 والد ماجد کا نام قاضی عبدالوالی تھا۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں معلوم۔[۵۰] |

۴۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص:۱۴

۴۷۔ محمد یعقوب بدایونی: اکمل التواریخ، حصہ دوم (۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء) مطبوعہ بدایوں، ص ۱۵۳ تا ۱۶۹

۴۸۔ احمد رضا خاں، امام: حدائق بخشش، حصہ سوئم مطبوعہ بدایوں، ص ۳۲

۴۹۔ رحمان علی، مولانا: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۴ء ص:۱۲۷

۵۰۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: "تصور پاکستان کی ایک گم شدہ کڑی" مطبوعہ سہ ماہی "العلم" کراچی شمارہ جنوری ۱۹۶۷ء ص:۵۰

③ آپ کے اساتذہ میں حکیم برکات احمد ٹونکی اور مولانا سید عبدالعزیز (تلمیذ علامہ عبدالحق خیرآبادی) کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۵۱

④ عدالت عالیہ حیدرآباد، دکن میں پندرہ سال مفتی اعظم کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے فتاویٰ فقہ حنفی کا قیمتی خزانہ ہیں۔ اس کے علاوہ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۶۰ء خانقاہ عالیہ قادریہ، بدایوں کے سجادہ نشیں بھی رہے۔ ۵۳

③ آپکے اساتذہ کا حال معلوم نہیں۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ کسی عالم سے علوم دینیہ کی تحصیل کی یا نہیں۔ اتنا معلوم ہے کہ بی۔اے کیا۔ بعد میں ایل۔ایل۔بی۔ ۵۲

④ سہارن پور میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ بعد میں کانپور میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر انڈسٹریز رہے بھرت پور میں جوڈیشنل ممبر رہے اور آخر میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں خزانچی رہے۔ ۵۴

| | |
|---|---|
| آپ کے عم محترم مولانا فیض احمد بدایونی نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں آگرہ، دہلی، لکھنؤ اور بدایوں کے محاذوں پر جہاد کیا۔ ۵۷ | |
| ❻ اسم گرامی "محمد عبدالقدیر" تھا جو زیر بحث رسالے کے صفحہ ۲ اور ۵۸ پر موجود ہے۔ ۵۹ | ❻ اسم گرامی قاضی عزیزالدین تھا جو زیر بحث رسالے میں کسی جگہ پر نہیں۔ اپنے بڑے بھائی کے نام سے رسالہ منسوب کیا جن کا نام "عبدالقدیر" بتایا جاتا ہے۔ نہ کہ "محمد عبدالقدیر" |
| ❼ بدایوں کے رہنے والے تھے جہاں سے رسالے کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ | ❼ بلگرام کے رہنے والے تھے۔ جو بدایوں سے مخالف سمت کافی دور واقع ہے۔ البتہ علی گڑھ رہے، جہاں رسالے کا دوسرا ایڈیشن (جو حقیقتاً تیسرا ایڈیشن تھا) ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ |

اب ہم چند داخلی شواہد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:۔

❶ پہلی بات تو یہ کہ زیر بحث رسالہ کا موضوع فقہ ہے جیسا کہ سرورق کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو پیچھے پیش کی گئی اور رسالہ کے مطالعے سے اس حقیقت کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

۵۷۔ (الف) محمد ایوب قادری، پروفیسر: "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ــــ واقعات و شخصیات" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص: ۵۵۶

(ب) محمد ایوب قادری، پروفیسر: "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد مولانا فیض احمد بدایونی" مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء

۵۸۔ محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا: خطبہ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس، مطبوعہ بدایوں

۵۹۔ محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا: "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام" مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص: ۲، ۵۸

یہ رسالہ کل ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے جس میں زیادہ سے زیادہ آخری ۴ صفحات تقسیم ہند کی تجویز سے متعلق کہے جاسکتے ہیں۔ باقی ۵۴ صفحات گائے کی قربانی سے متعلق فقیہانہ اور فاضلانہ بحث پر مشتمل ہیں۔ گویا بنیادی طور پر یہ رسالہ کوئی اسکیم ۶۰ نہیں بلکہ ایک شرعی فتویٰ ہے، جس میں تقسیم ہند کی تجویز ضمناً آگئی ہے۔ نیز رسالہ کا محرک سیاسی نہیں خالصتاً مذہبی ہے۔ غالباً ضمناً ہونے کی وجہ سے یہ تجویز قبول عام حاصل نہ کرسکی۔

زیر بحث رسالے میں فقیہانہ مہارت کے ساتھ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور کتب فقہ سے استنادو استدلال کیا گیا ہے۔

مثلاً مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کیا گیا ہے:

- ابن عابدین محمد امین بن عمر (م۔ ۱۲۵۲ھ) ــــ ردالمحتار علی الدر المختار۔
- ابوالحسن بن الحجاج النیشاپوری (م۔ ۲۹۱ھ) ــــ الجامع الصحیح (مسلم شریف)
- الامام الحافظ بن عیسیٰ الترمذی (م۔ ۲۷۹ھ) ــــ الجامع الصحیح (بخاری شریف)
- جلال الدین سیوطی (م۔ ۹۱۱ھ) ــــ الجامع الصغیر ــــ
- محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (م۔ ۲۷۳ھ) ــــ کتاب السنن (ابن ماجہ)
- ولی الدین الخطیب (م۔ ۷۴۰ھ) ــــ مشکوٰۃ المصابیح۔ وغیرہ وغیرہ

❷ دوسری بات یہ کہ رسالہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف اپنے علمی مقام و مرتبہ کا پوری طرح احساس رکھتا ہے اور بڑے وثوق کے ساتھ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جنہوں نے فقہ سے ناواقفیت کی بنا پر ہندوستان میں گائے کی قربانی موقوف کرنے کی حمایت کی چنانچہ مصنف ایک جگہ مسٹر مبشر حسن قدوائی، مسٹر مظہر الحق، مولوی فضل الحسن حسرت موہانی، حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی جوہر، مولوی شوکت علی، مولوی عبدالباری فرنگی محلی وغیرہ حضرات پر

---

۶۰۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے زیر بحث رسالے کو "علی گڑھ اسکیم" سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے "بعض لوگ اس اسکیم کو بدایوں سے منسوب کرتے ہیں" (انز بیر ص ۳۳۸) رسالہ کے آخری پانچ صفحوں کے لئے تو یہ بات کہی جاسکتی ہے مگر پورے رسالے کے لیے نہیں۔ رسالہ کا پورا مضمون اسکیم کے تابع نہیں بلکہ اسکیم موضوع رسالہ کے تابع ہے۔ ــــ مسعود

تنقید کرتے ہوئے اور ان کی تحاریر اور تقاریر سے دستاویزی ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"مندرجہ بالا اشخاص میں سے بجز مولوی عبدالباری صاحب کو ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اصول فقہ سے کچھ بھی واقف ہو، اس لیے شریعت کی درگاہ میں ان کا شمار جہلا میں ہے، اور نہ دینی مسائل میں ان کا قول قابل اعتماد ہے نہ ان کا فعل لائق تقلید۔" [61]

اس وثوق ویقین کے ساتھ ایک مفتی وفقیہ ہی تنقید کرسکتا ہے، ایک ڈپٹی کلکٹر نہ ایسی تنقید کرسکتا ہے اور نہ اس کو یہ حق پہنچتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قاضی عزیز الدین بلگرامی (جن سے رسالہ منسوب کیا جاتا ہے) طبعاً مسلم لیگی تھے۔ [62] ——— ذیل میں ہم ایسے اقتباسات پیش کرتے ہیں جن میں مصنف نے فقیہانہ آن بان کے ساتھ صدر مسلم لیگ حکیم اجمل خاں کا تعاقب کیا ہے۔ ان اقتباسات سے ایک طرف تو ثابت ہوتا ہے، کہ رسالہ کا مصنف طبعاً مسلم لیگی نہیں ہوسکتا اور دوسری طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسالہ کا مصنف کوئی عالم وفقیہہ ہے، ڈپٹی کلکٹر نہیں۔

حکیم اجمل خاں نے اپنے خطبہ صدارت میں یہ تین باتیں ارشاد فرمائیں:۔

- ——— ہمارے مذہب میں قربانی سنت ہے۔ [63]
- ——— حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

عن رسول اللہ ﷺ قال اذا رایتم ھلال ذی الحجہ و اراد احدکم ان یضحی بالشاۃ

یعنی رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب تم عید الاضحیٰ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی بکری کی قربانی کرنا چاہے۔ [64]

---

۶۱۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام بحوالہ "اوراق گم گشتہ" ص: ۳۶۴

۶۲۔ مدیر اخبار "ذوالقرنین" بدایوں جمال الدین مونس نظامی نے اپنے مکتوب محررہ ۲۳ راگست ۱۹۷۷ء

۶۳۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، کراچی ۱۹۷۰ء ص ۱۸

۶۴۔ ایضاً: ص، ۱۸

● ——اس کے علاوہ دوسری حدیث بھی سن لیجئے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام (ارواحنا وفداہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ: "خیر الاضحیۃ الکبش" [۶۵]

یعنی "قربانی کے جانوروں میں بھیڑ بہتر ہے۔"

اب حکیم اجمل خاں صاحب کے مندرجہ بالا ارشادات پر مصنف کا تعاقب ملاحظہ فرمائیں۔ اور یہ فیصلہ کریں کہ ایسی جرح وتنقید ایک عالم دین فقیہ ومفتی سے متوقع ہے یا ایک انگریزی خواں ڈپٹی کلکٹر سے:۔

● ——سب سے پہلے فقہی غلطی ان کی یہ ہے کہ قربانی کو محض سنت بتلاتے ہیں حالانکہ جمہور ائمہ مذاہب مثلاً ابوحنیفہ، محمد، زفر، الحسن اور ایک روایت سے ابو یوسف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس کو واجب بتاتے ہیں کمافی الھدایہ: "الاضحیۃ واجبہ علی کل حر مسلم

اس میں شک نہیں کہ اس رکن کو سنت ابراہیمی بھی کہتے ہیں لیکن یہاں پر سنت کے معنی "طریقے" کے ہیں جو کسی وجوب کے منافی نہیں اور اس معنی میں امام ابو یوسف نے بھی اس لفظ کو استعمال کیا ہے جیسا کہ "فتح القدیر" کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے:۔

قولہ فانہا (الاضحیۃ) سنفیکم لاینفی الوجوب لان السنۃ بی الطریقۃ فی الدین واجبہ کانت او غیر واجبہ۔ [۶۶]

● ——حضرت ام سلمہ والی حدیث میں لفظ "شاۃ" کا اضافہ کر کے اپنے زعم میں بکری کی قربانی کی فضیلت ثابت کرنا چاہی ہے، جو ہرگز ایک مسلمان کے شایانِ شان نہ تھا۔ اس حدیث شریف کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:۔

عن ام سلمہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم ھلال ذی الحجہ واراد احد کم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ۔

اسکے علاوہ ترمذی شریف میں بھی یہی روایت اس عبارت میں منقول ہے:۔

۶۵۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، کراچی، ۱۹۷۰ء، ص ۱۸

۶۶۔ ایضاً: ص ۲۲

عن ام سلمه عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من رای ھلال ذی الحجه واراد ان یضحی فلا یاخذن من شعره ولا من اظفاره.

ان تمام کتب میں ''شاۃ'' کا کہیں ذکر تک نہیں ۔[67]

○——دوسری حدیث (خیر الاضحیه الکبش) بھی مجروح ہے جیسا کہ ترمذی کے ابواب الصید والاضاحی کی اس عبارت سے ظاہر ہے:۔

عن امامه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر الاضحیه الکبش وخیر الکفن الحله، ھذا حدیث غریب وعفیر بن معدان یضعف فی الحدیث۔

اس حدیث کے ایک راوی عفیر بن معدان ہیں جس کے غیر ثقہ ہونے میں کچھ بھی کلام نہیں کما فی المیزان الاعتدال (مصری، جلد ثانی، ص:۲۳۰)۔

عفیر بن معدان الحمصی المؤذن ابو عائذ عن عطا وقتاده وسلیم بن عامر وعنه ابو الیمان والنفیلی وجماعة. قال ابو داؤد شیخ صالح ضعیف الحدیث وقال ابو حاتم بکثر عن سلیم عن ابی امامه بما لا اصل له وقال یحییٰ لیس بشئی وقال مرة لیس بثقه وقال احمد منکر الحدیث ضعیف۔[68]

حکیم اجمل خاں کے ارشادات پر جرح وتنقید کے بعد گائے کی قربانی کی حمایت میں دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جامع ترمذی، سنن ابن ماجه وغیرہ میں متعدد ایسی حدیثیں موجود ہیں جن کی بناء پر فقہاء کاملین، وحضرات ائمہ مجتہدین نے بھی گائے کی قربانی کی افضلیت تسلیم کی ہے۔ امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:۔

---

٦٧۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، کراچی ۱۹۷۰ء ص ۲۳

٦٨۔ ایضاً: ص ۲۴

ومذهبنا ومذهب الجمهور ان افضل الانواع البدنه ثم البقر ثم الضبان ثم المعز۔

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اپنی مشہور تصنیف ''غنیۃ الطالبین'' میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

والفضلها الاجل ثم البقر ثم الغنم

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:۔

والبقرة افضل من ست شياة

یعنی ''گائے کی قربانی کا ثواب بکریوں کی قربانی سے چھ گنا زیادہ ہے۔''

''فتاویٰ قاضی خاں'' جو حنفی مذہب کی مشہور ومعتبر کتاب ہے، اس میں بھی یہی ہے:۔

والبقر افضل من الذکر من المعز

یعنی ''گائے خصی سے افضل ہے''——اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو گائے کی قربانی، اونٹ سے زیادہ افضل ہے۔ ۶۹

مندرجہ بالا فقیہانہ بحث وتنقید سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رسالہ کا مصنف عالم وفقیہہ ہے نہ کہ انگریزی خواں ڈپٹی کلکٹر۔

③ تیسری بات یہ کہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نہ صرف علوم دینیہ سے واقف تھے بلکہ عملی اور نظری سیاست پر بھی عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے مختلف سیاسی اجتماعات میں شرکت فرمائی۔ مثلاً:

- ——آل انڈیا نظام کانگرس منعقدہ، لاہور
- ——آل پارٹیز حجاز کانفرنس منعقدہ، لکھنؤ
- ——اجلاس جمعیت علماء کانپور منعقدہ، کلکتہ

۶۹۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، کراچی ۱۹۷۰ء ص ۲۵

● ـــــ اجلاس مرکزی جمعیت علمائے ہند منعقدہ بدایوں وغیرہ وغیرہ

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تحاریر وتقاریر کے مطالعے سے بھی ان کی دینی اور سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم یہاں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے ایک طرف سیاسی حالات پر انکی گہری نظر کا پتا چلتا ہے تو دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی سیاسی و دینی بصیرت رکھنے والا انسان ہی مسٹر گاندھی سے خطاب کی صلاحیت رکھتا ہے:۔

● ـــــ وہ شخص جس کو سیاست ہند پر غور کرنے کا موقع ملا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ امور تو برائے بیت ہوتے ہیں اور حقیقی طور پر جو امور گورنمنٹ کی عام پالیسی میں اور بالخصوص ریاست ہائے ہند کی بابت تغیرات کے باعث ہوتے آئے ہیں، وہ اور ہی کچھ ہیں۔ یورپ کی پالیسی کے تغیر وتبدل کا راز جس میں مضمر ہے وہ اس کا استعمار ہے۔ یہ مستعمرین تمام ایشیاء پر بری طرح چھائے ہوئے ہیں اور طرح طرح سے اپنا مطلب حاصل کر رہے ہیں، کبھی ضعفاء کی دستگیری کے پردے میں، کبھی غیر متمدن اقوام کو متمدن بنانے کے بہانے سے اپنی حرص وآز کو پورا کرتے ہیں۔[۷۰]

● ـــــ میں آپ کے سامنے برطانوی حکومت ہند کی تاریخ نہیں پڑھوں گا، مجھے تو مختصر طور پر یہ دکھا دینا ہے کہ انگریزوں نے اپنے زمانہ حکومت میں دیسی ریاستوں کے ساتھ کیا کیا اور شروع سے آخر تک وہ کونسا نقطہ اشتراک ہے جو کم وبیش ہر تغیر وتجدید معاہدہ کے وقت موجود تھا جس کو ہم برٹش ڈپلومیسی کا عنصر غالب سمجھیں۔ ہر انسان تھوڑے غور کے بعد آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ اگرچہ بظاہر اس تغیر وتبدل حال کے متفرق اسباب بتائے گئے ہوں۔ لیکن ہر وقت ہر معاہدہ میں یورپین استعمار ظاہر و پنہاں اپنا کام کر رہا تھا۔[۷۱]

---

۷۰۔ محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا: خطبہ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس، منعقدہ لاہور، مطبوعہ بدایوں، ص: ۴

۷۱۔ ایضاً: ص ۵

● ـــــ یہ تو ظاہر ہے کہ انتہا پسند طبقہ ایجی ٹیشن کے نتائج سے کبھی نہیں ڈرتا مگر ایجی ٹیشن خود ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو کسی انسان کا مقصد ہو سکے۔ جنگ کے سوا جب چارہ ہی نہ ہو تو زبردست سے زبردست دشمن سے لڑنا ضروری ہو جاتا ہے لیکن جب تک صلح کا امکان ہو تو کمزور سے کمزور مخالف کو بھی دعوت جنگ دینا سخت حرام ہے۔[۲۷]

مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیر بحث تجویز کا پیش کرنے والا کوئی سرکاری افسر نہیں ہو سکتا بلکہ وہی ہو سکتا ہے جس نے عملی سیاست میں حصہ لیا ہے اور نظری سیاست سے بخوبی واقف ہے ـــــ اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے ڈاکٹر محمد اقبال سے ذاتی مراسم تھے۔[۳۷] جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔

4 چوتھی بات یہ کہ رسالے کے متن میں مصنف نے خود کو اس طرح ظاہر کیا ہے گویا کہ وہ جانا پہچانا ہے۔ اگر حاجی مقتدیٰ خاں شروانی کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے کہ مصنف قاضی عزیز الدین بلگرامی ہیں۔ چونکہ وہ سرکاری افسر تھے اس لیے خود کو ظاہر نہ کر سکتے تھے چنانچہ اپنے بڑے بھائی عبدالقدیر کا نام ڈال دیا ـــــ ایسی صورت میں مصنف خود کو مخفی رکھنے کی حتی المقدور کوشش کرتا مگر رسالے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اس کے علی الرغم مصنف نے خود کو ظاہر کیا ہے ـــــ مثال کے طور پر یہ اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

۲۷۔ محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا: خطبہ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس، منعقدہ لاہور، مطبوعہ بدایوں، ص: ۳۵

۳۷۔ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی جب لاہور آتے، ڈاکٹر اقبال صاحب کے ہاں قیام فرماتے۔ ۱۹۳۲ء میں مولانا بدایونی ڈاکٹر صاحب کے ہاں مقیم تھے کہ بدایوں سے بیٹے کی ولادت کی خبر ملی، ڈاکٹر صاحب نے اس بیٹے کا نام اپنے نام پر "محمد اقبال" تجویز فرمایا اور خاندانی نام عبدالمجید تجویز کیا گیا۔ چنانچہ مولانا بدایونی کے نومولود صاحب زادے کا نام عبدالمجید محمد اقبال قرار پایا۔ صاحبزادہ موصوف آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔ موصوف فرماتے تھے کہ ڈاکٹر اقبال کے چند خطوط بھی ان کے پاس محفوظ تھے۔ جو ڈاکٹر صاحب نے ان کے والد کے نام لکھے تھے ـــــ مسعود

**الف** مجھے عرصہ سے اس کا خیال تھا کہ مالوی جی کو اس مسئلے کی صحیح نوعیت سے آگاہ کروں لیکن میری عدیم الفرصتی مانع رہی، اس کے بعد ستیہ گرہ اور خلافت کی تحریکات نے ہندو مسلم اتحاد کے خیال کو پھر چمکا دیا۔[۷۴]

**ب** اور اس کو رسالے کی صورت میں ترتیب دے کر پبلک کے سامنے پیش کرتا ہوں۔[۷۵]

**ج** مہاتما جی! اب میں اس عریضے کی ختم کرتا ہوں اور متوقع ہوں کہ جس دل سوزی سے میں نے اس کو لکھا ہے آپ اس کی قدر کریں گے، اور اس کو نہایت غور و تامل کے ساتھ اول سے آخر تک پڑھ کر اپنے خیالات سے اہل ملک کو مطلع فرمائیں گے۔[۷۶]

مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کوئی غیر معروف شخص نہ تھا بلکہ معروف اور جانا پہچانا تھا۔ اسکو صدر کانگرس پنڈت مدن موہن مالویہ بھی جانتے تھے، مسٹر گاندھی بھی اس سے واقف تھے اور وہ عوام میں بھی متعارف تھا——مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں شریک رہے، اس لیے عوام و خواص میں ان کا متعارف ہونا ایک بدیہی امر ہے۔



## خلاصۂ کلام



رسالے کے مصنف کے بارے میں مندرجہ بالا تفصیلی بحث سے یہ نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں:۔

- ——تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی۔
- ——زیر بحث رسالے کے پہلے ایڈیشن (۱۹۲۰ء) کے آخری صفحہ پر مصنف کا نام دیکھنے پر اکتفا کیا جائے۔[۷۷] تو اس رسالے کو محمد عبدالقدیر بلگرامی کی تصنیف کہا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر

---

۷۴۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص ۱، ۲

۷۵۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص ۲،

۷۶۔ ایضاً: ص ۵۷، ۵۸

۷۷۔ محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۰ء ص ب، ۴۱،

اشتیاق حسین قریشی اس موقف کے موئید ہیں۔ ۷۸

● ——رسالے کے موضوع، مصنف کے طرز استدلال، فقیہانہ مہارت اور سیاسی سوجھ بوجھ کو پیش نظر رکھا جائے تو اس رسالے کو مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ ۷۹

سید رئیس احمد جعفری، خواجہ عبدالحمید کمالی ۸۰ اور عبدالمجید محمد اقبال ۸۱ اس موقف کے موئید ہیں۔

● ——اور جب یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ۱۹۲۰ء میں تقسیم ہند کی تجویز شامل نہ تھی۔ ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ ایڈیشن میں شامل کی گئی ہے تو اس ایڈیشن کے طابع و ناشر حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی کا یہ انکشاف کہ تقسیم ہند کی تجویز قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی نے مرتب کی۔ ۸۲ قابل توجہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر صرف اس تجویز کی حد تک۔

پروفیسر محمد ایوب قادری، ۸۳ ، ڈاکٹر معین الحق، ۸۴ محمد ضیاء الاسلام ۸۵ اس موقف کے موئید ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بیانات کے تضادات اور مختلف دلائل و شواہد نے ایسی الجھن پیدا کردی کہ مصنف کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

● ——بدایوں میں جس اخبار (ذوالقرنین) میں یہ رسالہ، پہلی مرتبہ ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا



---

۷۸۔Ishtiaq Hussain Qureshi:The Struggle! for Pakistan, Karachi, 1974, P:116

۷۹۔ رئیس احمد جعفری، سید: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص:۳۵۳

۸۰۔ اقبال ریویو (کراچی) شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء ص:۳، ۵، ۸

۸۱۔ تحریری بیان مورخہ ۱۴ر جون ۱۹۷۷ء

۸۲۔ مکتوب محررہ ۲۵ر ستمبر ۱۹۵۶ء از علی گڑھ

۸۳۔ "الزبیر" بہاولپور تحریک آزادی نمبر ۱۹۷۰ء

۸۴۔An open Letters to Mahatama Gandhi, Karachi, 1970, P.1

۸۵۔ ایضاً: ص: vi

اس کے چیف ایڈیٹر احید الدین نظامی کچھ کہتے ہیں۔ ۸۶

● ——— ان کے صاحب زادے اور ایڈیٹر اخبار "ذوالقرنین" جمال الدین مونس نظامی کچھ کہتے ہیں۔ ۸۷

● ——— حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی (جن کے اہتمام میں ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ ایڈیشن شائع ہوا) کچھ کہتے ہیں رسالے کے داخلی اور خارجی شواہد کچھ کہتے ہیں۔ ۸۸

● ——— مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے معاصرین رئیس احمد جعفری مرحوم، ڈاکٹر معین الحق ۸۹ پروفیسر محمد ایوب قادری ۹۰ وغیرہ کچھ کہتے ہیں۔

> مگر اتنی بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز ۱۹۲۵ء میں پیش کی جا چکی تھی۔
>
> اس کے پانچ سال بعد ۱۹۳۰ء میں علامہ محمد اقبال نے یہ تجویز سیاسی پلیٹ فارم سے پیش کی ——— یہی وہ تاریخی حقیقت ہے جو اس مقالے میں ہم پیش کرنا چاہتے ہیں ———

اللہ تعالیٰ پاکستان کا تصور پیش کرنے والوں اور پاکستان کے لئے جان دینے والوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

مقالہ محررہ ۲۰/ مئی ۱۹۷۸ء

**پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد**

پرنسپل:
گورنمنٹ کالج، سکرنڈ
ضلع نواب شاہ۔ سندھ



۸۶۔ تحریری بیان جناب عبدالمجید محمد اقبال مورخہ ۱۴/ جون ۱۹۷۷ء

۸۷۔ مکتوب محررہ ۲۳/ اگست ۱۹۷۷ء از بدایوں۔

۸۸۔ اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص: ۳۲۵

۸۹۔ An Open letter to Mahatama Gandhi, Karachi, 1970, P.1

۹۰۔ ہفت روزہ "الزبیر" بہاولپور تحریک آزادی نمبر ۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انتظاریہ!

اس کتاب کی کمپوزنگ مکمل ہو چکی تھی کہ ماہنامہ "**سوئے حجاز**" (لاہور، شمارہ جنوری ۲۰۰۲ء) میں ڈاکٹر محمد صالح طاہر (ڈپٹی سیکرٹری، حکومت پنجاب کا ایک اہم انٹرویو (ص ۲۵ تا ۳۸) ہماری نظر سے گزرا۔ جو ملک محبوب الرسول قادری نے لیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے مرتضیٰ احمد خاں میکش کی ادبی خدمات پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ ان کی تحقیق یہ ہے کہ:

"مرتضیٰ احمد خاں میکش مصور پاکستان تھے، علامہ اقبال نہیں۔"

بطور شہادت انہوں نے علامہ اقبال کا خط بھی پیش کیا ہے، جو انہوں نے ۴؍ مارچ ۱۹۳۴ء کو اے۔ ای۔ تھامسن کو لکھا تھا۔ جس میں علامہ اقبال نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ:

"پاکستان میری اسکیم نہیں ہے۔"[1]

ڈاکٹر محمد صالح طاہر کے خیال میں ۱۹۲۸ء میں مرتضیٰ احمد میکش نے الگ وطن کا تصور پیش کیا تھا اور اس کا اعتراف خود میکش کرتے تھے[2] مولوی رحمت علی نے پاکستان کا نام تجویز کیا اور ایک وطن کی بجائے کئی اوطان کا منصوبہ پیش کیا۔ بلکہ روزنامہ "انقلاب" میں سلسلۂ مضامین لکھ کر اس کی وکالت کے ساتھ ساتھ ہندو پریس کے اعتراضات کا جواب بھی دیا ——— یہ سب کچھ اپنی جگہ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ ۱۹۲۸ء سے تین سال پہلے ۱۹۲۵ء میں عبدالقدیر نامی بزرگ نے تصور پاکستان کے ساتھ اس کا تفصیلی منصوبہ بھی پیش کیا، جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شائع ہوا۔ یقیناً ڈاکٹر اقبال کے علم میں ہوگا۔ غالباً اسی لئے انہوں نے فرمایا:

---

۱۔ زاہد چوہدری: پاکستان کی سیاسی تاریخ، جلد پنجم، مطبوعہ ادارہ مطالعۂ تاریخ، چیمبرز نسبل روڈ، لاہور

۲ ہفت روزہ، چٹان، لاہور، شمارہ ۱۳ ؍ اگست ۱۹۵۹ء

"پاکستان میری اسکیم نہیں ہے۔"

اور شاید یہ منصوبہ مرتضیٰ احمد خاں میکش کے علم میں بھی ہو۔ اس لیے ڈاکٹر محمد صالح طاہر کا یہ کہنا کہ اقبال کو پاکستان کی طرف متوجہ کرنے والے، اور اس کے لیے قائداعظم کو مائل کرنے والے تنہا مرتضیٰ احمد خاں میکش ہی تھے۔ محل نظر ہے۔

تحریک پاکستان سے علماء اہلِ سنت و جماعت کا گہرا تعلق رہا ہے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مرتضیٰ احمد خاں میکش جمعیت علمائے پاکستان کے پہلے مشیر قانون تھے۔۔۔۔۔۔ ہم نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا مقالہ ڈاکٹر محمد صالح طاہر کو ارسال کیا تاکہ وہ اس کی روشنی میں اپنے مقالے پر نظر ثانی کر کے کوئی حتمی رائے قائم کر سکیں۔ مگر انہوں نے یہ تو تحریر فرمایا کہ:

"پروفیسر صاحب کی علمی و ادبی خدمات لائق صد تحسین ہیں۔"

مگر نفس مضمون سے متعلق خاموشی اختیار فرمائی اور صرف مقالے کی رسید عنایت فرمائی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تحقیق کو حتمی خیال فرماتے ہیں۔

یہ انتظار یہ ڈاکٹر محمد صالح طاہر صاحب کے انٹرویو کے حوالے سے لکھا گیا تھا۔۔۔۔۔۔ یہ مقالہ بوجوہ شائع نہ ہو سکا۔۔۔۔۔۔ اس تعویق کے دوران ڈاکٹر محمد صالح طاہر صاحب کا ایک مقالہ "نظریہ پاکستان کا ارتقاء" ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کی دو اقساط میں شائع ہوا۔۔۔۔۔۔ موضوع کی مناسبت سے قارئین کی ضیافتِ طبع کے لیے پیش خدمت ہے:۔



# نظریہ پاکستان کا ارتقاء

تحریر ڈاکٹر محمد صالح طاہر

آج کل پڑھے لکھے لوگوں کو بھی یہ بتانا پڑتا ہے کہ "دو قومی نظریہ کیا ہے؟" اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ ہندوستان میں تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے علاوہ سکھ، عیسائی، بدھ مت اور جین

مت کے پیروکار بھی رہتے تھے، ایسے میں صرف دوقومی نظریئے کا نعرہ چہ معنی دارد؟ یہ سوال مجھ سے ایک بار نہیں کئی بار پوچھا گیا، جس کا جواب میں انہیں یہ دیتا ہوں کہ حدیث مبارکہ ہے:

''الکفر ملۃ واحدہ'' یعنی تمام کافر مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک اُمت ہیں۔''

لہذا مسلمانوں کے نزدیک لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے ایک قوم ہیں، اور جو اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ دوسری قوم ہیں —— یہی وجہ تھی کہ تحریکِ پاکستان کے دوران ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الا اللہ '' کا نعرہ لگایا گیا جو قیامِ پاکستان کی بنیاد بنا۔ اس پر دل وجان سے یقین اور ایمان رکھنا ہر پاکستانی پر فرض ہے۔

دراصل تحریکِ پاکستان کا آغاز کرنے والے وہ اولیائے کرام ہیں جو عرب، عراق، دجلہ اور فرات کی وادی سے دین کی تبلیغ کے لئے ہندوستان آئے، اور جس دن کسی ولی کامل کے ہاتھ پر کسی ہندوستانی نے کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام قبول کیا تھا اسی دن پاکستان کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔ یہ اولیاء مکمل طور پر اسلامی مساوات کے عظیم مبلغ تھے۔ ان کے آستانوں پر اونچ نیچ کا کوئی تصور نہیں تھا، جبکہ اُس دور کے ہندوستان میں برہمن کی چھوت چھات نے انسانوں کے درجے بنا رکھے تھے۔ ہندوستان کی دھرتی پر اسلام اپنے فلسفۂ مساوات کی وجہ سے تیزی سے پھیلا اور پھر مسلمان حملہ آوروں کو ان ہی لوگوں کی مدد حاصل رہی۔

وہ تمام افراد جنہوں نے قیامِ پاکستان کے لئے کوئی نہ کوئی قابلِ ذکر کام کیا ہے، ہمارے لئے واجب تکریم ہیں۔ خاص طور پر وہ بزرگ جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے چراغِ راہ اور نشانِ منزل کا کام کیا، اُن کی تو نسلوں کا بھی احترام ہم پر لازم ہے۔ ہمارے مورخین اور محققین اب تک تقریباً پونے دوسو ایسے افراد/اداروں کا کھوج لگا سکے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے لئے الگ وطن کا تصور پیش کیا تھا۔ ۱۸۵۸ء سے ۱۹۳۳ء تک جن افراد نے الگ وطن کا تصور پیش کیا، اُن کا تصور انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:۔

| تصور | پیش کار | سن وتاریخ |
|---|---|---|
| پانچ یا چھ بڑے صوبے بالآخر مکمل اختیارات کے ساتھ آزاد مملکت بن جائیں گے۔[1] | جان رائٹ (رکن مجلس قانون ساز) ۸۹۔۱۸۴۳ء | ۲۴رجون ۱۸۵۸ء |
| ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں اور یہ کبھی بھی ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوسکتیں۔[2] | سرسید احمد خاں | ۱۸۶۸ء |
| ایک مسلم جمہوریہ جو وسطی ایشیاء، افغانستان اور مسلم اکثریت والے شمال مغربی ہندوستان کے علاقوں پر مشتمل ہو۔[3] | جمال الدین افغانی | ۱۸۷۹ء |
| ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے، شمالی حصہ پر مسلمانوں کی حکومت ہو اور جنوبی حصہ پر ہندوؤں کی۔[4] | ڈبلیو ایس بلنٹ | دسمبر ۱۸۸۳ء |
| مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں لہٰذا اکثریتی قانون ناممکن العمل ہے۔ مسلمان کبھی بھی اس بات پر متفق نہ ہوں گے کہ وہ ہندو اکثریت کے ماتحت بن کر رہیں۔[5] | تھیوڈور بیک (پرنسپل MAO کالج علی گڑھ) | ۱۸۸۷ء |

۱۔ Select Speeches of Rt.Hon.John Bright on Public Questions. (لندن:1907), ص:14.

۲۔ الطاف حسین حالی: حیات جاوید، مطبوعہ لاہور، سن ندارد، ص:۳۶۲

۳۔ عبدالسلام خورشید: ''سید جمال الدین افغانی'' مضمون مطبوعہ نوائے وقت، لاہور، ۱۶ مارچ ۱۹۷۹ء

۴۔ ایس ڈبلیو بلنٹ: Ideas about India: (لندن:1885)، ص:89

۵۔ پائنیر اور دیگر اخبارات، الہ آباد، ۱۸۸۸ء، ص:۴۵

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹رفروری ۱۸۸۸ء | محرم علی چشتی، ایڈیٹر "رفیق الہند" ۱۹۰۴ء-۱۹۸۴ء | مسلمان بذات خود ایک قوم ہیں۔ وہ اس بات کی قطعی اجازت نہ دیں گے کہ کوئی اور قوم (ہندو) ان پر حکمرانی کرے۔[6] |
| ۲۳راگست ۱۸۹۰ء | عبدالحلیم شرر، ایڈیٹر "مہذب" ۱۸۹۰ء | ہندوستان کو ازسرِ نو ہندو اور مسلم اضلاع میں تقسیم کیا جائے۔ ایسی صورت میں قوم کو تباہی سے بچایا جاسکتا ہے۔[7] |
| ۱۸۹۹ء | تھیوڈور موریسن پرنسپل MAO کالج علی گڑھ | مسلمان خود کو ہندوستانی تصور نہیں کرتے۔ آزاد متحدہ ہندوستانی حکومت کا قیام ناممکن ہے۔ مسلمانوں میں ایک قوم ہونے کی تمام خصوصیات موجود ہیں سوائے علاقے کے[8] |
| ۱۹۰۴ء | بھائی پرمانند، MLA انڈیا | ہندوستان کو ہندو مسلم خطوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔[9] |
| ۱۹۰۵ء | اکبرالہ آبادی | ہندوستان کے شمالی جمنا کا علاقہ مسلمانوں کو دے دینا چاہیے۔[10] |
| ۱۹۰۷ء | ترکی کے دو سیاستدان | ہندوستان کو دو حصوں میں یعنی ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا میں تقسیم کردیا جائے۔[11] |

۶۔ عبدالسلام خورشید: "صحافت۔ پاکستان و ہند میں" مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۸۱۔۲۸۰

۷۔ عبدالسلام خورشید: "صحافت۔ پاکستان و ہند میں" مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۷۱۔۲۷۰

۸۔ ایمپریل رول ان انڈیا۔ (لندن، ۱۸۹۹ء) ص۔ ۵۔۴

۹۔ وحید الزمان: ٹوورڈز پاکستان، (لاہور ۱۹۶۴ء) ص ۱۹۹

۱۰۔ نقی محمد خان: عمر رفتہ، کراچی ۱۹۵۸ء، ص ۱۹۸

۱۱۔ ایس اے واحد، Studies in Iqbal (لاہور ۱۹۶۷ء) ص ا۔۳۰۰

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۱۱ء | شیخ ظہور احمد | قانون سازی میں ہندو مسلم مساوات ہی ہندوستان کے مسئلے کا واحد حل ہے۔۱۲ |
| ۱۹۱۱ء | مولانا محمد علی جوہر | ہم متحدہ ہند پر یقین نہیں رکھتے۔ یہ ایک سہولت کی شادی ہے جو پروقار طریقہ پر ہو سکتی ہے، اور اسے پروقار انداز ہی میں برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اسے حقیر تصور نہیں کیا جا سکتا۔۱۳ |
| ۱۹۱۲ء | جوزف اسٹالن | ہندوستان کے مسئلہ میں بھی یہی ہے کہ وہ بھی متوسط طبقہ کی ترقی کے ساتھ ہی متعدد قومیتوں میں تقسیم ہو جائے گا۔۱۴ |
| ۱۹۱۳ء | ولایت علی بمبوق (کامریڈ کے کالم نگار) | ہندو اور مسلمان جدا جدا ہو جائیں گے۔ شمالی ہند مسلمانوں کا ہوگا اور باقی ماندہ ہندوستان ہندوؤں کا ہوگا۔۱۵ |
| ۱۹۱۴ء | لوویٹ ویزر، ایڈیٹر "دی ٹائم" ۱۹۰۷ء۔۲۲ | مسلمانوں کی بقا کے لئے شمالی ہند کے مسلمان شرق وسطی کے ساتھ شمولیت اختیار کر لیں۔۱۶ |

۱۲۔ فرانسس رابنسن: میونسپل گورنمنٹ اینڈ مسلم سپریٹ ازم ان دی یوپی فرام ۱۸۸۳ء۔۱۹۱۶ء، مطبوعہ ماڈرن ایشین اسٹڈیز جولائی ۱۹۷۳ء، ص ۴۲۸

۱۳۔ ہفت روزہ کامریڈ، کلکتہ، ۱۴رجون ۱۹۱۱ء

۱۴۔ پام دت: "انڈیا ٹوڈے اینڈ ٹو مارو" (لندن ۱۹۵۵ء) ص ۲۳۹

۱۵۔ ہفت روزہ کامریڈ "خیالی انٹرویو" از ولایت علی بمبوق ۱۰رمئی ۱۹۱۳ء

۱۶۔ اشتیاق حسین قریشی: "دی مسلم کمیونٹی آف دی انڈو پاکستان سب کانٹی نینٹ" ۱۹۰۷ء۔۱۹۱۰ء) مطبوعہ (لندن ۱۹۶۲ء) ص ۲۹۲

| ۱۹۱۵ء | رحمت علی | شمالی ہندوستان کو مسلم مملکت میں تبدیل کر دینا چاہیے۔ ۱۷ |
|---|---|---|
| ۱۹۱۶ء | ایف۔ کے۔ خان درانی (فضل کریم درانی) ہفت روزہ "ٹروتھ" کے بانی اور ایڈیٹر | مسلم نوجوانوں کا ہندوستان کی ہندو مسلم بنیادوں پر تقسیم اور تبادلۂ آبادی کے بارے میں خواب۔ ۱۸ |
| ۱۹۱۷ء | لارڈ کرزن (گورنر جنرل ہندوستان ۱۸۹۹ء) | ہندوستان کبھی واحد خود مختار علاقہ نہیں ہو سکتا، تقسیم کے امکانات واضح ہیں۔ ۱۹ |
| ۱۹۱۷ء | خیری برادران (عبدالستار، عبدالجبار) علی گڑھ یونیورسٹی میں جرمن اور فرنچ کے پروفیسر | ہندوستان کی تقسیم ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ ۲۰ |
| ۱۹۱۷ء | ای ایس مانٹیگو | ہندوستان کا انجام خود مختار صوبوں یا ممالک پر ہو گا۔ ۲۱ |
| ۱۹۱۹ء | اے۔ بی۔ کیتھ (اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز سنسکرت اور پراکرت کے پروفیسر) | مسلمان ایک ایسی مسلم ریاست کے بارے میں سوچ رہے ہیں جو افغانستان اور اُن تمام شمال مغربی علاقوں پر مشتمل ہو جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ ۲۲ |

۱۷۔ پاکستان دی فادر لینڈ آف پاک نیشن، مطبوعہ (کیمبرج ۱۹۴۷ء) ص ۱۴۔۲۱۳

۱۸۔ دی میننگ آف پاکستان (لاہور ۱۹۴۲ء) ص ۱۰۸

۱۹۔ رچرڈ ڈمیسرنگ: "اے منی لیرڈ، اے کیس سٹڈی ان دی ریفارم آف دی انڈین امپائر" مطبوعہ ماڈرن ایشین اسٹڈیز (جنوری ۱۹۶۹ء) ص ۶۹

۲۰۔ شریف الدین پیرزادہ: پاکستان کا ارتقاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۹۔۸۶

۲۱۔ رچرڈ ڈمیسرنگ کا محولہ مضمون ص ۷۰

۲۲۔ A Constituional History of India مطبوعہ (لندن ۱۹۳۶ء) ص ۲۸۷

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۱۹ء | راجندر بینی پرشاد آف بہار | ہندوستان کے شمال مغرب میں کچھ مسلمان اسلامی ریاست کے تصور کو اپنا رہے ہیں۔ ۲۳ |
| مارچ، اپریل ۱۹۲۰ء | عبدالقدیر بدایونی | ہندوستان کی تقسیم ہندو مملکت اور مسلم مملکت میں اس طرح ہونا چاہیے کہ مذہبی تحفظ حاصل رہے۔ ۲۴ |
| ۱۹۲۱ء | نادر علی (آگرہ کے وکیل) | ہندوستان کی تقسیم ہندو مسلم مسائل کے سدِ باب کے طریقہ کار پر ہونا چاہیے۔ ۲۵ |
| ۱۹۲۱ء | مولانا حسرت موہانی | ایک ایسی وفاقی عوامی جمہوریہ جس میں مسلم صوبوں کا ایک جتھ ہندو صوبوں کے جتھ کو متوازن رکھے۔ ۲۶ |
| ۱۹۲۳ء | وہاب الدین کبوہ، (سب انسپکٹر پنجاب پولیس، فیصل آباد) | شمال مغربی ہندوستان سے کشمیر نکال کر ایک علیحدہ آزاد مملکت کا قیام عمل میں لایا جائے اور اُسے "نورستان" کے نام سے پکارا جائے۔ ۲۷ |
| ۱۹۲۳ء | سردار گل محمد خان (صدر انجمن اسلامیہ، ڈیرہ اسماعیل خان) | راس کماری سے آگرہ تک کا علاقہ ہندوؤں کو دیا جائے اور آگرہ سے پشاور تک کا علاقہ مسلمانوں کو دیا جائے۔ آبادی کا تبادلہ ہو۔ ۲۸ |

۲۳۔ بینی پرشاد: India's Hindu Muslim Questions، مطبوعہ (لندن: ۱۹۴۶ء) ص ۷۷

۲۴۔ رئیس احمد جعفری: اوراقِ گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۹۰۔۳۵۱

۲۵۔ چوہدری خلیق الزماں: پاتھ وے ٹو پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۲۳۸

۲۶۔ انڈین اینول رجسٹرار، ۱۹۲۲ء، ص: ۴۰۳۔۴۰

۲۷۔ سرفراز حسین مرزا: تصورِ پاکستان سے قراردادِ پاکستان تک، مطبوعہ، لاہور ۱۹۸۳ء، ص: ۹۔۲۶۷

۲۸۔ نارتھ ویسٹ فرنٹیئر انکوائری کمیٹی کی رپورٹ، مطبوعہ حکومتِ ہند ۱۹۲۴ء، دہلی، ص: ۳۔۱۲۲

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۲۴ء | مولانا عبیداللہ سندھی | ہندوستان کو جمہوری حکومتوں کا وفاق ہونا چاہیے۔[29] |
| ۱۹۲۴ء | لالہ لاجپت رائے (ممبر قانون ساز اسمبلی، ادیب اور صحافی) | جداگانہ انتخاب کا تسلسل، ہندوستانی قومیت سے میل نہیں کھاتا۔ مسلمان جداگانہ انتخابات سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ خانہ جنگی کا نتیجہ پھر ایک فرقہ کی بالادستی کی صورت میں برآمد ہوگا۔ حل صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی اپنی چار ریاستیں سرحد، مغربی پنجاب، سندھ اور مشرقی بنگال حوالے کر دی جائیں۔[30] |
| جولائی ۱۹۲۵ء | سر پیٹرک فیگن (برطانوی ICS) | شمالی ہند میں مسلمان اپنے تسلط کے لئے جدوجہد کریں گے۔[31] |
| جولائی ۱۹۲۵ء | ڈبلیو۔ اے۔ جے۔ آرچی بالڈ (برطانوی ICS) | شمال مغرب میں افغانستان کے اشتراک سے ایک مضبوط مسلم اتحاد قائم ہو جائے گا۔[32] |
| ۱۹۲۵ء | کیرو (مقبول زمانہ امریکن دست شناس) | ایک دن ہندوستان مسلمانوں اور مہاتما بدھ کے پیروکاروں کے درمیان مساوی بنیادوں پر تقسیم ہو جائے گا۔[33] |

۲۹۔ محمد سرور: افادات و ملفوظات حضرت عبیداللہ سندھی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص: ۱۴۴

۳۰۔ دی ٹریبیون لاہور، ۳۰ نومبر ۵، ۱۴، اور ۱۷ دسمبر ۱۹۲۴ء

۳۱۔ کے کے عزیز: اے ہسٹری آف دی آئیڈیا آف پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۳

۳۲۔ ''سم انڈین پرابلمز'' مطبوعہ Contemporary ریویو، جولائی ۱۹۲۵ء، ص۔ ۴۶

۳۳۔ شریف الدین پیرزادہ: پاکستان کا ارتقاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص: ۵۰۔ ۱۱۳

| ۱۹۲۵ء | مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اساتذہ کی اسکیم | مسلم اقتدار کے صوبے ہندوستانی وفاق کا حصہ ہونے چاہئیں۔ مذہبی فرقوں کے لئے خصوصی مراکز تشکیل دیئے جائیں۔[۳۴] |
|---|---|---|
| ۱۹۲۶ء | ہندو سبھا ڈیرہ اسماعیل خان | مسلم پریس افغانستان کی مدد سے مسلم راج کی وکالت کر رہا ہے۔[۳۵] |
| ۱۹۲۸ء | جی۔ایم۔ایورٹ ''دی ٹائمز'' لندن | پنجاب کی تقسیم کے ساتھ ہی شمال مغرب میں مسلمان اکثریت کے مفادات کو تحفظ ملے گا، بلکہ ہندو انڈیا میں رہنے والے مسلمانوں کو بھی تحفظ ملے گا۔[۳۶] |
| ۱۹۲۸ء | مولوی اشرف علی تھانوی | ہندوستان میں ایک علیحدہ مسلم مملکت کا قیام عمل میں لانا چاہیے۔[۳۷] |
| ۱۹۲۸ء | سید سردار احمد خاں (پوسٹ ماسٹر جنرل، دکن، ممبر شملہ وفد) | مسلمانوں کو ہندوؤں کے مساوی حقوق فراہم کیے جائیں۔[۳۸] |
| ۱۹۲۸ء | سر آغا خان | ہندوستان آزاد ریاستوں کا ایک کمزور اتحاد ہونا چاہیے جو مذہب، قومیت، نسل اور زبان کی بنیاد پر تقسیم ہو۔ شمال اور مغرب کی مسلم ریاستوں کو ایک آزاد ریاست کے لئے باہم ضم ہو جانا چاہیے۔[۳۹] |



۳۴۔ انور قدوائی: اقبال اور تصور پاکستان، مطبوعہ نوائے وقت، لاہور ۲۱ اپریل ۱۹۶۵ء

۳۵۔ وقار علی شاہ، سید: صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کا تعارف، مقالہ ایم فل، پشاور یونیورسٹی، ص:۹

۳۶۔ دی انڈین انکوائری، پنجاب اینڈ دی کمیشن، مطبوعہ دی ٹائمز لندن، ۱۴ مارچ ۱۹۲۸ء

۳۷۔ منشی عبدالرحمن خان: تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، مطبوعہ ملتان، ۱۹۵۶ء، ص ۴۸

۳۸۔ The Indian Muslims، مطبوعہ لندن ۱۹۲۸ء، ص:۲۱

۳۹۔ A Constitution for India، مطبوعہ دی ٹائمز لندن، ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۸ء

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۲۸ء | سری نواس شاستری (سکریٹری انڈین نیشنل کانگرس ۱۹۰۸ء) | ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر مسلمان ایک علیحدہ مسلم خودمختار مملکت کے قیام کا مطالبہ کررہے ہیں۔[۴۰] |
| ۱۹۲۸ء | مرتضیٰ احمد خاں میکش | ایک مسلم وطن کا قیام عمل میں لانا چاہیے جو کہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحدی علاقوں پر مشتمل ہو، اور اس مطالبہ کو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ حق خود ارادیت کے تحت منظور ہونا چاہیے۔[۴۱] |
| ۱۹۲۸ء | دہلی کے شہریوں کی تجویز | دہلی کا ایک نیا صوبہ قائم کیا جائے، جو دہلی، آگرہ، روہیل کھنڈ، یوپی کے میرٹھ ڈویژن اور پنجاب کے انبالہ ڈویژن پر مشتمل ہو۔[۴۲] |
| ۱۹۲۸ء | ایم۔ اے۔ جناح | یہ "راہوں کے جدا ہونے کا وقت ہے" نہرو کی رپورٹ کی منظوری پر تاثر۔[۴۳] |
| ۱۹۲۹ء | آل انڈیا مسلم کانفرنس | ایک ایسا وفاق تشکیل دیا جائے جس میں باقی اختیارات صوبوں کو تفویض کیے جائیں۔[۴۴] |

۴۰۔ شریف الدین پیرزادہ: پاکستان کا ارتقاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۱۱۷

۴۱۔ روزنامہ انقلاب، لاہور مورخہ ۸، اور ۱۱ دسمبر ۱۹۲۸ء

۴۲۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور شمارہ ۱۲ دسمبر اور ۲۰ دسمبر ۱۹۲۸ء

۴۳۔ ہیکٹر بولائتھو: Jinnah: Creator of Pakistan، مطبوعہ لندن ۱۹۵۴ء، ص: ۹۵

۴۴۔ کے کے عزیز: آل انڈیا مسلم کانفرنس اے ڈاکومنٹری ریکارڈ (۳۵۔۱۹۲۸ء) مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء، ص ۵۲۔۴۷

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۲۹ء | ذوالفقار علی خان اور سر عبداللہ المامون سہروردی (۱) نواب آف ملیر کوٹلہ، (۲) رکن بنگال قانون ساز کونسل | تمام مسلم صوبوں پر مسلم حکومت ہو اور اس طرح ہندو صوبوں پر ہندوؤں کی حکومت ہو۔ اس طرح ہندوستان میں قوتوں میں توازن قائم کیا جا سکتا ہے۔ ۴۵ |
| ۱۹۲۹ء | علامہ ڈاکٹر محمد اقبال | ہندوستان میں بعض حصے ایسے ہیں جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور بعض حصے ایسے ہیں جن میں وہ قلیل تعداد میں ہیں۔ ان حالات میں ہم کو علیحدہ طور پر ایک پولیٹیکل پروگرام بنانے کی ضرورت ہے۔ ۴۶ |
| ۱۹۲۹ء | سر راس مسعود (سر سید احمد خان کے پوتے) | مسلمان ایک ایسا وفاق بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں جو افغانستان، ایران، شمال مغربی قبائلی علاقوں پر مشتمل ہو اور جس میں شمالی پنجاب، سندھ، بلوچستان اور افغانستان شامل ہوں۔ ۴۷ |
| ۱۹۲۹ء | نواب ذوالفقار علی خان (نواب آف ملیر کوٹلہ) | قومیت کا انحصار مذہب پر ہے۔ ہندوستان اس وقت تک ایک قوم نہیں بن سکتا جب تک کہ تمام ہندوستانی ایک مذہب سے تعلق نہ رکھتے ہوں، جو ناممکن ہے۔ پنجاب اور بنگال مذہبی بنیادوں پر تقسیم ہو سکتے ہیں۔ شمال میں مسلمانوں کو ایک علاقہ دے دیا جائے جہاں وہ آبادی کا اسی فیصد ہیں۔ یہ ایک علیحدہ وطن اور ملک کیلئے مطالبہ ہے۔ ۴۸ |

۴۵۔ کے کے عزیز کی محولہ سابقہ کتاب، ص ۷۰۔ ۱۶۹

۴۶۔ روزنامہ انقلاب لاہور، مورخہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء

۴۷۔ خواجہ غلام السیدین: ''سر راس مسعود، کیا خوب آدمی تھا'' مطبوعہ دہلی ۱۹۶۶ء، ص ۸۶۔ ۷۷

۴۸۔ آل انڈیا خلافت کانفرنس کا خطبہ استقبالیہ لاہور، مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۳۰ء | علامہ ڈاکٹر محمد اقبال | میری ذاتی خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ضم کر دیا جائے، خواہ یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خودمختاری حاصل کرے خواہ اس کے باہر۔ مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔ قسمت بنگالہ یا اس قسم کے دوسرے اضلاع کو الگ کر دینے سے جن میں ہندو آبادی کا غلبہ ہے، اس کی وسعت اور انتظامی اصلاحات میں اور بھی کمی ہو جائے گی۔ پھر ان اضلاع کی علیحدگی سے مسلم اقلیتوں کے حقوق کہیں زیادہ محفوظ ہو جائیں گے۔ اس تجویز کو سن کر نہ انگریزوں کو پریشان ہونا چاہیے نہ ہندوؤں کو۔ ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے، اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقہ میں اپنی مرکزیت قائم کرے۔ اس طرح نہ صرف ہندوستان کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساسات ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبۂ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔ ۴۹ |
| ۱۹۳۱ء | مولانا نعیم الدین مراد آبادی (امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ) | ملک تقسیم کر کے ہندو مسلم علاقے تشکیل دیئے جائیں۔ ہر علاقہ میں اسی علاقہ والے کی حکومت ہو۔ ۵۰ |

۴۹۔ شاملو (لطیف احمد شیروانی) Speeches & Statements of Iqbal مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص: ۱۲۔۹

۵۰۔ ادارتی نوٹ ماہنامہ "السواد الاعظم" مراد آباد، شوال المکرم و ذیقعد ۱۳۵۰ھ ص ۱۴۔۱۳

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۳۱ء | گمنام نامہ نگار | ہندوستان کو ہندو ریاست، مسلم ریاست اور ایک مختصر ریاست میں جو یورپی باشندوں اور اینگلو انڈینز کیلئے ہو، تقسیم کر دیا جائے۔[۵۱] |
| ۱۹۳۱ء | تھیوڈور موریسن (پرنسپل MAO کالج علی گڑھ) | ایک مسلم قومی مملکت غالباً ہندوستان کے شمال میں ممکن العمل ہے۔[۵۲] |
| ۱۹۳۱ء | مانچسٹر گارجین (ہندوستان کا نامہ نگار) | مسلمان صوبوں کا ایک وسیع شمالی بلاک بنانے کا شدید رجحان موجود ہے۔ بیشتر مسلمان شمال میں کراچی سے شمالی بنگال تک ایک مسلم ریاست کی پیش بینی کر رہے ہیں۔[۵۳] |
| ۱۹۳۲ء | لارڈ اروِن (وائسرائے ہند۔ ۱۹۲۵ء۔۳۱) | میرے خیال میں ہندوستانی وفاق ہندوستان کی تقسیم پر منتج ہوگا کیونکہ یہی فرقہ وارانہ مشکلات کا حل نظر آتا ہے۔[۵۴] |
| ۱۹۳۲ء | ایچ۔ٹی۔ لیمبرک (برطانوی ICS، آکسفورڈ کے پروفیسر آف ایمریٹس) | ہندوستان مذہبی بنیادوں پر تقسیم ہو سکتا ہے۔ اس کے پس پردہ خلافت اور جہاد کے جذبات کارفرما ہیں اور یہ (مولانا) شوکت علی کا خواب ہے۔[۵۵] |

۵۱۔ ایک گمنام خط مطبوعہ سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور ۱۲ر فروری ۱۹۳۱ء

۵۲۔ تھیوڈور موریسن: ''دی ہندو مسلم پرابلم آف انڈیا'' مطبوعہ Contemporary Review، جون ۱۹۳۱ء، ص ۱۰۷

۵۳۔ مانچسٹر گارجین ۱۹ر جون ۱۹۳۱ء منقولہ کے کے عزیز کی محولہ کتاب، ص ۶۸۱

۵۴۔ وحید احمد: روڈ ٹو انڈین فریڈم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص: ۲۱۰

۵۵۔ سی۔ ایچ۔ فلپس: The Partition of India: Policies and Perspectives, ۱۹۳۵ء۔ ۱۹۴۷ء (لندن، ۱۹۷۰ء) ص: ۵۱۰

| سن | نام | بیان |
|---|---|---|
| ۱۹۳۲ء | اے۔ آر۔ بینرجی | اگر مسلم قومیت کے جذبہ کو ابھارا گیا، یا بغیر کسی رکاوٹ کے فروغ پانے کی اجازت دی گئی تو ایک دن اس کا نتیجہ پان اسلامک ازم اور اسلامی سلطنت کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ ۵۶ |
| ۱۹۳۲ء | جان کوٹ مین (MLA ہندوستان ۳۰۔۱۹۲۶ء) | شمال و مغرب میں ایک طاقتور مسلم مملکت کے امکانات نظر آرہے ہیں۔ ۵۷ |
| ۱۹۳۲ء | سر ریجینالڈ کریڈوک (برطانوی ICS، گورنر جنرل، برما) | ہندوستان کے متضاد اور مختلف النوع نسلی عناصر کو ایک خودکار اور جمہوری نظام میں پرو دیا نہیں جا سکتا۔ ۵۸ |
| ۱۹۳۳ء | چوہدری رحمت علی | شمال مغرب کے ۳ کروڑ مسلمانوں کیلئے ایک آزاد مسلم ریاست ہونا چاہیے جو پنجاب، صوبہ سرحد، کشمیر، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل ہو اور اس کو پاکستان کہا جائے۔ ۵۹ |
| ۱۹۳۳ء | جی۔ ٹی۔ گیرٹ (برطانوی ICS) | عنقریب حکومت کو شدید علیحدگی کی تحریکوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ۶۰ |
| ۱۹۳۳ء | ایلیٹ کالون (سول سرونٹ اور تجزیہ نگار) | ہندو اور مسلمانوں کے درمیان قومیت کی بنیاد پر اتحاد کی سوچ دراصل ایک صدی کا قصہ ہے۔ ۶۱ |



۵۶۔ The Indian Triangle، (لندن) ص: ۲۳۳۔۲۳۴

۵۷۔ India: The Years of the Destiny 1926-32 (لندن، ۱۹۳۲ء) ص: ۲۷۶

۵۸۔ The Dilemma in India، (لندن ۱۹۳۲ء) ص: ۷۔۸

۵۹۔ کے۔ کے۔ عزیز: "Complete Works of Rahmat Ali" مطبوعہ اسلام آباد، ۸۸۔۱۹۸۷ء

۶۰۔ جیفرے تھیوڈور گیرٹ: The Third Round Table Conference مطبوعہ انیسویں صدی فروری ۱۹۳۳ء، ص ۱۳۷

۶۱۔ "India: the longer view" مطبوعہ Ninteenth Century مئی ۱۹۳۳ء، ص: ۶۔۵۴۵

ان افراد کے نظریوں میں سے مرتضیٰ احمد خان میکش ،ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور چوہدری رحمت علی کے نظریہ پاکستان کو خاصی شہرت ملی۔

ان میں جہاں تک علامہ محمد اقبال کا تعلق ہے وہ شاعر مشرق ضرور ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی انقلابی شاعری کے ذریعے سوئی ہوئی قوم کو جگایا۔انہوں نے اپنے اشعار میں قوم کو اس کے ماضی کا عکس دکھا کر یہ احساس دلایا کہ ان کی دنیا میں اہمیت کیا ہے۔ان کی یہ خدمات بہت زیادہ قابل قدر ہیں۔لیکن الگ وطن کا تصور ان کا نہیں ہے۔اس کا ثبوت ایک خط سے بھی ملتا ہے جو انہوں نے ۴/مارچ ۱۹۳۴ء کو ای۔جے۔تھامسن کے نام تحریر کیا تھا جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''مائی ڈیئر مسٹر تھامسن!

مجھے اپنی کتاب پر آپ کا ریویو ابھی موصول ہوا ہے۔یہ بہت عمدہ ہے اور میں ان باتوں کے لئے آپ کا بہت ممنون ہوں، جو آپ نے اس میں میرے متعلق بیان کی ہیں لیکن آپ نے ایک غلطی کی ہے۔جس کی میں فوری نشان دہی کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ یہ ایک فاش غلطی ہے۔آپ نے میرے بارے میں کہا ہے کہ میں اس اسکیم کا حامی ہوں جسے پاکستان کہا جاتا ہے،جبکہ پاکستان میری اسکیم نہیں ہے۔میں نے اپنے خطبے میں جو تجویز پیش کی تھی وہ ایک مسلم صوبہ کے بارے میں تھی جو شمال مغربی ہندوستان کے مسلم اکثریتی آبادی پر مشتمل تھا۔میری اسکیم کے مطابق یہ نیا صوبہ مجوزہ انڈین فیڈریشن کا حصہ ہوگا۔پاکستان اسکیم میں مسلم صوبوں پر مشتمل ایک فیڈریشن کا قیام تجویز کیا گیا ہے جو ایک علیحدہ ڈومینین کی حیثیت سے انگلستان کے ساتھ براہ راست تعلق رکھے گی۔اس اسکیم نے کیمرج میں جنم لیا ہے۔اس اسکیم کے مصنفین کا خیال ہے کہ ہم جو گول میز کانفرنس کے مندوبین ہیں، ہم نے مسلم قوم کو ہندوؤں یا نام نہاد انڈین نیشنل ازم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا ہے۔

خیر اندیش

محمد اقبال [۶۲]

۶۲۔زاہد چوہدری: پاکستان کی سیاسی تاریخ،جلد ۵،مطبوعہ ادارۂ مطالعہ تاریخ،میاں چیمبرز ٹمپل روڈ،لاہور

(اسی طرح کا خط اقبال نے ۶/مارچ ۱۹۳۴ء کو علامہ راغب حسین کو بھی تحریر کیا تھا)

جہاں تک چوہدری رحمت علی کا تعلق ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ وہ اسم ''پاکستان'' کے خالق ہیں، مگر نظریہ پاکستان کے وہ خالق نہیں ہیں، کیونکہ انہوں نے برصغیر میں ایک اسلامی مملکت کا نہیں بلکہ کئی اسلامی مملکتوں کا تصور پیش کیا تھا۔ اس سلسلے میں ''چوہدری رحمت علی اور تحریک پاکستان'' کے مصنف کا خیال ملاحظہ ہو:

''۲۸/جنوری ۱۹۳۳ء کو جاری کردہ ان کے پمفلٹ میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک آزاد خودمختار ملک قائم کرنے کا واضح مطالبہ کیا گیا۔ اس ملک کو چوہدری رحمت علی نے ''پاکستان'' کا نام دیا۔

چوہدری صاحب دن رات اس مقصد کے حصول کیلئے مصروف عمل رہے۔ جوں جوں ان کی فکر آگے بڑھتی گئی، ہندوستان کے مختلف حصوں میں موجود مسلمان قوم کے مفادات کے تحفظ کیلئے ان کی تجاویز سامنے آتی گئیں۔ پاکستان کے علاوہ بنگستان، عثمانستان، صدیقستان، فاروقستان، حیدرستان، معینستان، ماپلستان، ناصرستان اور صافستان کے قیام کی تجاویز وقت کے ساتھ ساتھ پیش کی گئیں۔''۶۳

سن عیسوی کے اعتبار سے ان سے تین سال پہلے علامہ محمد اقبال نے اور علامہ اقبال سے دو سال پہلے یعنی ۱۹۲۸ء میں مرتضیٰ احمد میکش نے الگ وطن کا تصور پیش کیا تھا:

''میکش صاحب یہاں تک کہا کرتے تھے کہ علامہ اقبال کے ذہن کو نظریہ علیحدگی کی طرف میرے مضامین نے متوجہ کیا، حتیٰ کہ قائداعظم محمد علی جناح کو بھی اس نظریے کا قائل شملے میں، میں نے کیا۔''۶۴

اس بات کی گواہی شورش کاشمیری کے ''چٹان'' لاہور کی اشاعت مورخہ ۳/اگست ۱۹۵۹ء سے بھی ملتی ہے، جس میں تحریر ہے کہ:

۶۳۔ عبدالحمید: چوہدری رحمت علی اور تحریک پاکستان، مطبوعہ دار التذکیر، لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۱۸

۶۴۔ ہفت روزہ دلیل ونہار، مورخہ ۱۵/مئی ۱۹۶۰ء

''مولانا میکش بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں میں علیحدہ وطنیت کے محرک اول ہیں۔علامہ اقبال کا ذہن اس طرف انہوں نے راجع کیا اور شملہ میں قائداعظم کو بھی سب سے پہلے انہوں نے قائل معقول کیا کہ ''پاکستان کیوں ضروری ہے۔'' ۶۵

اسی طرح شورش کاشمیری نے اپنی کتاب ''نورتن'' میں تحریر کیا ہے:

''جب انہوں نے پاکستان کو ہندو مسلم مسئلہ کا حل قرار دیا تو اس وقت یہ حل مجذوب کی بڑ نہ سہی، صحافی کی بڑ ضرور سمجھا گیا۔لیکن آخر یہی حل مسلمانوں کا ملی نصب العین ہو گیا۔ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے علامہ اقبال سے بھی پہلے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا۔'' ۶۶

تاریخ کی مختلف کتب سے مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے بارے میں جو مختلف حوالے ملتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

1. مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے جو پنجاب کے ایک صحافی ہیں، روزنامہ ''انقلاب'' میں جو لاہور کا ایک مقبول اور کثیر الاشاعت روزنامہ تھا، چار مسلسل مضامین کا ایک سلسلہ لکھ کر شائع کیا جس میں انہوں نے واضح اور کھلم کھلا الفاظ میں یہ لکھا تھا کہ:

''ہندو مسلم مسئلے کا حل ایک مسلم قومی وطن جو پنجاب، سندھ، بلوچستان اور شمال مغربی صوبہ سرحد پر مشتمل ہو، کے قیام میں مضمر ہے۔''

یہ مضامین دسمبر ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئے تھے۔ان کی اشاعت نے ایک ہندو روزنامہ ''پرتاپ'' کو اپنی جانب متوجہ کیا اور اس نے بڑی شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی۔اس مخالفت کے جواب میں مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے ایک جواب الجواب جاری کیا اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ حق خود ارادی کے بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ اصول کی بنیاد پر ایک مسلم قومی وطن کا قیام وہ واحد مقصد اعلیٰ ہے۔جس کے لئے مسلمان قربانیاں پیش کر سکتے ہیں۔ ۶۷

---

۶۵ ہفت روزہ، چٹان، لاہور، مورخہ ۳ راگست ۱۹۵۹ء

۶۶۔شورش کاشمیری: نورتن، مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس، لاہور ص: ۱۴۳

۶۷۔سید شریف الدین پیرزادہ، پاکستان منزل بہ منزل، مطبوعہ گلڈ اشاعت گھر کراچی، ۱۹۶۵ء، ص: ۱۵۰۔۱۵۱

❷ مرتضٰی احمد خاں میکش روزنامہ ''انقلاب'' لاہور کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے رکن تھے جنہوں نے ۱۹۶۸ء میں ''ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی زندگی'' کے عنوان سے مضامین لکھے۔ ۸ر اور ۹ ردسمبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں انہوں نے اپنے مضمون بعنوان ''ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے ایک وطن کی ضرورت'' میں ہندوستان کے سیاسی مسائل کا حل تجویز کرتے ہوئے لکھا کہ:

''پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان ہندوستانی مسلمانوں کیلئے تیار شدہ وطن ہے، جہاں ہندوستان کے مسلمان اپنے مذہب، کلچر اور اپنے معاشرے کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکیں اور اپنی زندگی گزار سکیں۔''

ہندوستان کے مشہور روزنامہ ''پرتاپ'' نے اس مضمون پر شدید نکتہ چینی کی اور لکھا کہ برصغیر کے مسلمان ہندوستان میں ایک اسلامستان بنانا چاہتے ہیں اور ہندوؤں کو اس تجویز کے خلاف اکسایا، جس پر ۱۹ ردسمبر ۱۹۲۸ء کو ''انقلاب'' ہی میں مرتضٰی احمد خاں میکش نے جواب لکھا:

''اگر یورپ میں کوئی اصول لاگو ہوسکتا ہے تو براعظم ہندوستان میں وہی اصول مسلمانوں پر کیوں نہیں ہوسکتا۔؟'' ۶۸

❸ علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کی تجویز قرارداد پاکستان کی منظوری سے بارہ سال پہلے دسمبر ۱۹۲۸ء میں لاہور سے پیش ہوئی، جب لاہور کے ممتاز صحافی مولانا مرتضٰی احمد خاں میکش نے ''ہندی مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن'' کے عنوان سے ایک سلسلۂ مقالات لکھنا شروع کیا۔ ان مقالات میں حق خود ارادیت کی بنیاد پر مطالبہ کیا گیا کہ پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان کو یک جا کر کے ایک آزاد مملکت کی حیثیت دے دی جائے تاکہ مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کی حفاظت ہوسکے۔ ۶۹

---

۶۸۔ منظر علوی: ''وابستہ رہ شجر سے'' مطبوعہ کتاب نگر، حسن آرکیڈ ملتان چھاؤنی ۱۹۹۳ء ص ۵۱-۵۲

۶۹۔ محمد عبداللہ ملک، پروفیسر تحریک وتاریخ پاکستان، مطبوعہ قریشی برادرز پبلشرز چوک اردو بازار لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۳۳۱۔

''انقلاب'' نے سائمن کمیشن کی برصغیر آمد پر مسلمانانِ ہند کے نقطۂ نظر کو بڑی وضاحت سے پیش کیا جس سے روزنامہ ''انقلاب'' کو پنجاب میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔٧٠

اسی اخبار کی ملازمت کے دوران میکش نے مسلمانانِ برصغیر کے لیے الگ وطن کا تصور پیش کیا جس کا ذکر کچھ کتب ورسائل نے یوں کیا ہے:

❶ مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے روزنامہ ''انقلاب'' لاہور میں دسمبر ۱۹۲۸ء میں ہندی مسلمانوں کیلئے علیحدہ وطن کے عنوان سے مضامین لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ مولانا میکش نے فرمایا کہ:

''حق خودارادیت کی بنیاد پر پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک آزاد ریاست کی حیثیت دی جائے۔''

ان کے خیال میں صرف اسی صورت میں مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کی حفاظت ہو سکتی تھی۔٧١

❷ ۱۹۲۸ء میں روزنامہ ''انقلاب'' کے عملے کے ایک اہم رکن مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے ہندی مسلمانوں کے لیے الگ وطن کے عنوان سے کئی مقالے لکھے۔ یوں اس اخبار کو علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد سے بھی پہلے پاکستان کے مطالبہ کا اعزاز حاصل ہوا۔٧٢

❸ روزنامہ ''انقلاب'' لاہور ۷ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۲۸ء میں میکش نے نہرو رپورٹ کے جواب میں مسلمانانِ ہند کیلئے علیحدہ وطن کی اہمیت پر ایک سلسلہ مضامین لکھا۔ اس نئے اور اچھوتے سیاسی فکر پر ہندو اخبارات بالخصوص روزنامہ ''پرتاپ'' لاہور نے کڑی تنقید کی، جس پر میکش نے ۱۹ دسمبر ۱۹۲۸ء کے ''انقلاب'' میں روزنامہ ''پرتاپ'' کے اعتراضات کا جواباً سخت نوٹس لیا۔٧٣

---

٧٠۔ محمد یوسف مرزا: تفہیم صحافت، مطبوعہ عظیم اکیڈمی، ۲۲ اردو بازار لاہور، ص: ۹۲

٧١۔ محمد اسلم، پروفیسر: تحریک پاکستان، مطبوعہ ریاض برادرز، ۴۰ اردو بازار لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۳۳۳

٧٢۔ ہفت روزہ اخبار جہاں، کراچی ۲۴ تا ۳۰ اگست ۱۹۹۸ء

٧٣۔ ہفت روزہ فیملی میگزین، لاہور ۹ تا ۱۵ اگست ۱۹۹۸ء

4. آپ نے دسمبر ۱۹۲۸ء میں روزنامہ ''انقلاب'' لاہور میں مسلسل مضامین لکھ کر واضح کیا کہ برصغیر میں ہندو مسلم مسئلے کا واحد حل مسلمانوں کیلئے جداگانہ مملکت کا قیام ہے۔[۴۷]

5. ''اے ہسٹری آف دی آئیڈیا آف پاکستان'' کے مصنف، کے کے عزیز کی تحقیق کے مطابق ۲۴ رجون ۱۸۵۸ء سے لے کر ۲۴ رمارچ ۱۹۴۰ء تک ۸۲ سالوں میں الگ وطن کی کل ۱۷۰ تجاویز سامنے آئیں، جن کی تفصیلات ان کی کتاب کی جلد سوم میں صفحہ نمبر ۱۷۱۔۶۷۔۱۹۴ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اپنی مذکورہ کتاب کی جلد اول میں آپ نے مرتضیٰ احمد خان میکش کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

ترجمہ: ''لیکن ۱۹۲۸ء کے ہنگامہ خیز واقعات کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ دسمبر میں ایک پنجابی صحافی، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے شمال مغربی خطے میں ایک مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ کر دیا۔ انہوں نے سلسلہ وار چار مضامین میں، جو لاہور کے روزنامہ ''انقلاب'' میں شائع ہوئے، بالکل واضح الفاظ میں لکھا کہ ''ہندو مسلم مسئلے کا حل مسلمانوں کے لیے پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد پر مشتمل ایک الگ وطن کے قیام میں مضمر ہے''۔ لاہور سے شائع ہونے والے ایک ہم عصر اردو روزنامہ ''پرتاپ'' نے اس تجویز سے اختلاف کرتے ہوئے سخت الفاظ میں جوابی حملہ کیا۔ اس حملے کے جواب میں میکش نے اپنی اسکیم دہراتے ہوئے کہا کہ ''عالمی طور پر تسلیم شدہ حق خودارادیت کی بنیاد پر وہ واحد مقصد ہے، جس کے لیے مسلمان قربانیاں دے سکتے ہیں۔''

آگے چل کر، کے کے عزیز لکھتے ہیں:

This is clear enunciation of a demand for sovereign state in the North-west. The names of the provinces claimed make it clear that Maikash was thinking only of the western wing of what was one day to be Pakistan. There is no reference to Bengal. We don't know whether Durrani had publically or privately expressed his views before December 1928 (He might had done so in the columns of his journal) on the

۴۷۔ ماہنامہ اظہار کراچی، ستمبر ۱۹۸۳ء۔

published evidence available, there is no doubt that Maikash's proposal came first. In the light of this, there shoudl now be no controversy about Iqbal's not being the first to suggest a Muslim north-west. Further, Maikash's scheme was for an independent state, for so it looks from the use of the word "homeland" and from the argument of the right of self determination, while there is much doubt if in 1930 Iqbal was arguing for complete separation and independence"۷۵

## خلاصہ

الگ وطن کا تصور تقریباً پونے دوسو افراد نے پیش کیا لیکن پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان پر مشتمل پاکستان کا تصور سب سے پہلے مرتضیٰ احمد خاں میکش نے ۱۹۲۸ء میں پیش کیا، اس کے بعد ۱۹۳۰ء کو علامہ اقبال نے یہ تصور دیا اور پھر ۱۹۳۳ء کو رحمت علی نے اسی تصور کو دہرایا۔ اگر تینوں شخصیات کے کام کا جائزہ لیں تو ماننا پڑے گا کہ:

1. رحمت علی کے "Now & Never" پر اُن کے علاوہ محمد اسلم خٹک (صدر خیبر یونین)، عنایت اللہ خان آف چارسدہ (سیکرٹری خیبر یونین) اور صاحبزادہ محمد صادق کے دستخط بھی تھے۔ ایسے میں صرف رحمت علی ہی اکیلے دعویدار نہیں کہے جا سکتے۔ یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ فریضہ انہوں نے اکیلے ہی سرانجام دیا تھا تو پھر بھی علامہ اقبال اُن سے تین سال پہلے یہ کام کر چکے تھے۔
2. جہاں تک شاعر مشرق کا تعلق ہے، انہوں نے ۱۹۳۰ء کو الگ وطن کا تصور تو ضرور پیش کیا مگر ۱۹۳۳ء کو سر ای۔ جے۔ تھامسن اور راغب احسن کے نام خطوط لکھ کر اس تصور سے بریت کا اظہار بھی فرما دیا۔

مزید یہ کہ اقبال کا جغرافیائی حدود و قیود میں ہی مقید الگ وطن کا تصور اُن کی شاعری میں دیئے گئے تصور اور اُن کے موتمر عالم اسلامی میں بیان کئے گئے منشور سے بالکل مماثلت نہیں رکھتا۔ پھر اُن کے تصور سے یہ بھی واضح نہیں ہوتا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے

۷۵۔ کے کے عزیز: اے ہسٹری آف دی آئیڈیا آف پاکستان، مطبوعہ وین گارڈ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۶۷۔۱۶۸

الگ صوبہ، ریاست یا وطن چاہتے تھے وہ بھی برطانوی ہند کے اندر یا باہر۔

ایک لمحہ کے لیے یہ فرض کرلیا جائے کہ شاعرِ مشرق نے الگ وطن کا ہی تصور ۱۹۳۰ء کو پیش کیا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُن سے دوسال پہلے یعنی ۱۹۲۸ء میں جناب مرتضیٰ احمد خاں میکش روزنامہ "انقلاب" میں ۷، ۸، ۱۱ اور ۱۹ ر دسمبر کو:

"مسلم ہندی کے لیے وطن کی ضرورت ــــ ہندوستان کی سیاسی الجھنوں کا واحد علاج"

کے نام سے اپنا چار قسطوں پر مشتمل مضمون لکھ چکے تھے۔

ہر دعوے کا کوئی نہ کوئی دعویدار ہوتا ہے جیسے علامہ اقبال اور چوہدری رحمت علی نے کبھی نہیں کہا کہ صرف اُنہوں نے ہی الگ وطن کا تصور پیش کیا تھا۔ اس کے برعکس مرتضیٰ احمد خاں میکش تا دمِ آخر یہ دعویٰ کرتے رہے کہ اُن کے مضامین نے ہی علامہ اقبال اور قائد اعظم کو الگ وطن کی طرف راغب کیا تھا جس کی تصدیق جناب شورش کاشمیری اور حاجی لق لق کے مضامین سے بھی ہو جاتی ہے۔

## حاصل کلام:

مندرجہ بالا سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ:

ڈاکٹر علامہ اقبال نے برطانوی حکومت کے اندر یا باہر الگ صوبہ یا ریاست کا مطالبہ کیا تھا۔ چوہدری رحمت علی نے پاکستان کا نام تجویز کیا اور ایک وطن کی بجائے کئی اوطان کا منصوبہ پیش کیا اور ان کے الگ الگ نام تجویز کیے۔ صرف مرتضیٰ احمد خان میکش نے موجودہ پاکستان کا نہ صرف منصوبہ پیش کیا بلکہ روزنامہ "انقلاب" میں سلسلۂ مضامین لکھ کر اس کی وکالت کرنے کے ساتھ ساتھ ہندو پریس کے اعتراضات کا جواب بھی دیا!

---

ا۔ بشکریہ ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور شمارہ اکتوبر نومبر ۲۰۰۳ء

# اختتامیہ

معروف دانشور ممتاز محقق و مؤرخ

مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا تحقیقی مقالہ:

"تصورِ پاکستان ——— ایک تحقیقی جائزہ"

ادارہ مظہر اسلام لاہور نے اگست ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ اس کو پاکستان کی مختلف جامعات، کلیات، تحقیقی اداروں اور اخبارات و رسائل کو تنقید و تبصرہ کیلئے ارسال کیا گیا۔ صرف چند حضرات نے توجہ فرمائی جو نہایت حیرت ناک ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں:

1. چونکہ یہ بات طے شدہ سمجھی جاتی ہے کہ علامہ اقبال مصورِ پاکستان ہیں، اس لئے اس کے خلاف کسی حقیقت کو تسلیم کرنا مصلحت وقت کے خلاف سمجھا گیا۔
2. عدیم الفرصتی
3. قومی تاریخ سے عدم دلچسپی

قومی تاریخ سے یہ عدم دلچسپی ہی ہے کہ دورِ جدید کے ایک فاضل، جن کو دینی قائد سمجھا جاتا ہے، قومی تاریخ سے اتنے بے خبر ہیں کہ وہ اپنے مقالے میں تحریر فرماتے ہیں:

"۱۹۳۰ء سے قبل ہندوستان کی تقسیم کا خیال تک کسی کے ذہن میں نہیں آ سکتا تھا۔ یہ صرف علامہ مرحوم ہی کی نگاہِ دور رس دور بین تھی جس نے حالات کے رخ اور زمانے کی رفتار کو پہچان کر مسلمانانِ ہند کے جملہ مسائل کا یہ حل بتایا کہ ہندوستان کے کم از کم شمال مغربی گوشے میں واقع مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل مسلمانوں کی ایک آزاد اور خود مختار مملکت قائم کی جائے۔"[1]

---

1۔ اسرار احمد، ڈاکٹر: روزنامہ جنگ، راولپنڈی شمارہ ۹ نومبر ۱۹۹۹ء اشاعت خاص، صفحہ ڈ، ک

بہر حال جن حضرات نے ہمارے رسالے کی طرف توجہ فرمائی، ان کے تبصروں کے اقتباسات پیش کرتے ہیں اور آخر میں خلاصۂ کلام عرض کریں گے ـــــ ممکن ہے کہ بعض حضرات فاضل محقق مقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں تو اس حقیقت کا بھی اظہار کرتا چلوں کہ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم موصوف کے محبوب شاعر ہیں۔ علامہ اقبال پر ڈاکٹر صاحب کے کئی مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

| نمبر شمار | عنوان | تفصیل اشاعت |
|---|---|---|
| ۱ | اقبال اور نظریۂ پاکستان | ماہنامہ فاران، کراچی اگست ۱۹۶۱ء |
| ۲ | علامہ اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی | ماہنامہ اقبال ریویو کراچی جنوری ۱۹۶۴ء |
| ۳ | اقبال کے فلسفہ خودی میں مقام عبدیت | ماہنامہ اقبال ریویو کراچی جولائی ۱۹۶۴ء |
| ۴ | شریعت و طریقت افکار اقبال کی روشنی میں | ماہنامہ اقبال ریویو کراچی جنوری ۱۹۶۵ء |
| ۵ | غیر ملکی زبانوں میں تصانیف اقبال کے تراجم | صریر خامہ سندھ یونیورسٹی حیدرآباد ۱۹۶۷ء |
| ۶ | اسرار خودی کا اجمالی جائزہ | سیارہ لاہور جولائی ۱۹۷۱ء |
| ۷ | وابستگانِ دامن رسالت سے اقبال کی عقیدت | ماہنامہ ترجمانِ اہل سنت، کراچی مئی ۱۹۷۲ء |
| ۸ | مرزا غلام احمد، اقبال کی نظر میں | ماہنامہ ترجمانِ اہل سنت، کراچی ستمبر ۱۹۷۲ء |
| ۹ | حیات اقبال | ☆ ماہنامہ السیف، اسلام آباد فروری ۱۹۷۶ء<br>☆ الجامعہ محمدی شریف جھنگ، اگست ۱۹۸۰ء |
| ۱۰ | اقبال، خودی اور بے خودی | ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور ربیع الاول ۱۴۰۲ھ |
| ۱۱ | سیرت مجدد الف ثانی | مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۶ء |
| ۱۲ | حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر اقبال | مکتبہ اسلامیہ، سیالکوٹ ۱۹۸۰ء |
| ۱۳ | The influence of Shaykh Ahmed Serhindi Mujadid Al-Thani and Dr.Muhammad Iqbal. | Karachi, 1996 [1] |



۱۔ ان مقالات کا مجموعہ "اقبال شناسی" ادارہ مسعودیہ، کراچی عنقریب شائع کر رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب حق بات کے اظہار میں کسی مصلحت کو جائز نہیں سمجھتے اور اپنی دل پسند شخصیت کے بارے میں کوئی خلاف حقیقت بات معلوم ہوتی ہے تو برملا اظہار کر دیتے ہیں۔ پیش نظر نقطہ نظر پر گفتگو ہونی چاہیے' اور تاریخی حقائق کی بنیاد پر تاریخ پاکستان کے نصاب میں بھی تبدیلی لائی جائے تاکہ اپنے محسنین کی شخصیات سے نئی نسل آگاہ ہو اور اس کا حوصلہ بڑھے۔

جن اہلِ علم اور مدیرانِ جرائد نے مقالہ پر اظہار خیال کیا ہے' آئندہ صفحات میں ان کے خیالات ملاحظہ فرمائیں:

## پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد عادل
### ایم۔اے' ایل ایل بی (پی۔ایچ۔ڈی)

''تصورِ پاکستان'' ایک تجزیاتی تحقیق ہے اس شخص کے بارے میں' جس نے سب سے پہلے تخلیق پاکستان کا تصور پیش کیا——— کتاب ھذا کے مصنف دنیا کے مشہور و معروف فاضل اور محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ہیں۔ فاضل مصنف نے نہایت دقیق و عمیق مطالعے کے بعد حقیقی' مخفی اور اختلافی حالات کا تجزیہ کر کے اس شخص کی تلاش کی ہے' جس کے سر پر تصور پاکستان کا سہرا ہے ''محمد عبدالقدیر بلگرامی'' یا ''عبدالقدیر بدایونی'' جو کہ اپنے وقت کے مشہور عالم' فاضل فقیہہ اور سیاسی شخصیت تھے۔

مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے اپنے رسالہ ''السواد الاعظم'' میں واضح اور کھلے دل سے تقسیم ہند کی حمایت کی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد اقبال نے تصور پیش کیا تھا۔ بہر حال اس حقیقت کو تو تمام نے متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے کہ علامہ اقبال ہی وہ پہلی اہم اور معروف سیاسی شخصیت تھے جنہوں نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں اپنے صدارتی خطبے میں الگ ریاست کی تجویز عوام کے سامنے رکھی۔

(الٰہ آباد ۱۹۳۰ء)

آخر میں یہ عرض کروں گا کہ مذکرہ کتاب اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے صحت مند اور اس کے حوالہ جات انتہائی مستند ہیں۔ اور اس سب کے قرار واقعی مستحق فاضل مصنف ہیں۔''

(محررہ ۱۴/ستمبر ۱۹۹۹ء)[2]

---

۲: انگریزی سے ترجمہ ——— فاطمہ مسعودی ایم۔اے، لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف
گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور

"عظیم شخصیتوں کی جدوجہد اور ان کے اہم کارناموں سے تاریخیں بنتی ہیں، اور ان کے کارناموں کا صحیح صحیح اعتراف امانت کا تقاضا بھی ہے اور دیانت داری ـــــ بھی کسی بھی قوم کی تاریخ اس کی سب سے اہم دستاویز ہوتی ہے۔ اسی لئے مؤرخ کا بڑا امین اور دیانت دار ہونا ضروری ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں ایسے گمنام مجاہدین بھی ہیں جنہوں نے اوراقِ وقت پر یادگار نقوش ثبت کئے، لیکن ان کا کماحقہٗ اعتراف نہ ہوسکا۔ حالانکہ دیانتداری یہ ہے کہ جس نے جو اہم کارنامہ سرانجام دیا اس کا تاریخ میں تذکرہ کیا جائے ـــــ مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہٗ العالی نے اپنے بعض مقالات میں تاریخ پاکستان کی بعض ایسی ہی فروگزاشتوں کی نشاندہی کی ہے۔ پیشِ نظر مقالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ان کی رائے میں علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا یہ ایک بڑا کارنامہ ہے کہ ۱۹۳۰ء میں انہوں نے سب سے پہلے سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی وضاحت پیش کی ـــــ لیکن جہاں تک پاکستان کا تصور سب سے پہلے پیش کرنے کا تعلق ہے، صورت حال کچھ مختلف ہے۔ خطبہ الٰہ آباد سے پہلے ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ وطن کا تصور بہت سے مسلمانوں کے ذہن میں پرورش پا رہا تھا، بعض نے اس کا اظہار بھی کیا۔ تاہم ان میں سب سے پہلے اس کا واضح عکس تحریری صورت میں مولانا عبدالقدیر بدایونی نے پیش کیا ـــــ ہوا یوں کہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگا کر گاندھی نے مسلمانوں پر یہ دباؤ ڈالنا چاہا کہ مسلمانوں کو گائے کی قربانی ترک کردینی چاہئے ـــــ اس پر معروف عالم دین مولانا عبدالقدیر بدایونی نے نہ صرف گائے کی قربانی کی تائید میں نہایت منطقی اور عالمانہ دلائل دیئے بلکہ اسی حوالے سے ہندوستان کی تقسیم کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ اور ان اضلاع پر مشتمل ایک نئی اسلامی مملکت کا خاکہ بھی پیش کیا جو حیرت انگیز طور پر انہی علاقوں پر مشتمل ہے جو آج سابقہ مشرقی پاکستان اور موجودہ پاکستان میں شامل ہیں ـــــ لہٰذا خطبہ الٰہ آباد سے پہلے مولانا عبدالقدیر بدایونی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے پاکستان کا تصور پیش کیا ـــــ حضرت مسعودِ ملت

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے مداحوں میں سے ہیں۔ افکار اقبال نے تحریک و تشکیل پاکستان میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ لیکن تاریخی حقائق کے حوالے سے اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ قرین انصاف ہے کہ اوّلیت کے پیشِ نظر مصور پاکستان ہونے کا استحقاق مولانا عبدالقدیر بدایونی کو پہنچتا ہے ——— رہا یہ اعتراض کہ اس تحریر کے مصنف مولانا عبدالقدیر بدایونی کی جگہ کوئی اور عبدالقدیر یا کوئی مجہول الحال ڈپٹی کلکٹر تھے' ڈاکٹر صاحب نے بڑی باریک بینی سے حقائق کا تجزیہ کر کے اور داخلی شہادتوں کے پیش نظر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ معروف عالم دین مولانا عبدالقدیر بدایونی ہی تھے جو ایسا عالمانہ مقالہ لکھ سکتے تھے۔ اور جو اس دور میں اپنی علمی اور معاشرتی اہمیت کے پیش نظر گاندھی کو کھلا خط لکھنے کے اہل تھے ——— حق تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے تاریخ کی ایک گمشدہ حقیقت پر سے پردہ اٹھا کر دیانت کا حق ادا کیا ہے۔"

(محررہ ۱۹ ستمبر ۱۹۹۹ء)

## پروفیسر حافظ سید مقصود علی

### سابق پرنسپل گورنمنٹ پاکستان کالج' خیر پور میرس (سندھ)

"مسعود ملت محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دام برکاتہم العالیہ نے "تصور پاکستان" کے عنوان سے یہ تحقیقی مقالہ قلمبند فرما کر اس تاریخی حقیقت سے اہلِ علم کو روشناس کرایا کہ تشکیل پاکستان کی جنگ صرف سیاسی میدان ہی میں نہیں لڑی گئی بلکہ اس کو اصل تقویت دینی محاذ سے صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی جہد مسلسل' مومنانہ فراست اور مجاہدانہ سرگرمیوں سے ملی ڈاکٹر صاحب قبلہ کی یہ کامیاب کوشش قابلِ توجہ اور لائق تحسین ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سیاسی زعماء کے ساتھ ان بزرگان دین کو صرف خراجِ عقیدت ہی نہیں بلکہ خراج اطاعت پیش کرنا چاہئے' جنہوں نے اپنے علم و عمل سے آزادی کے چراغ روشن کئے۔

ع یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

مکرمی و محترمی قبلہ ڈاکٹر صاحب مفکر بھی ہیں اور محقق بھی' اعلیٰ پایہ کے نقاد بھی ہیں اور بے مثال ادیب بھی' کثیر التصانیف مصنف بھی ہیں اور صلاحیت و صالحیت کی حامل ایک دل

آویز جاذبِ نظر شخصیت بھی ہیں۔ آپ ایک باعمل عالم دین اور عارف کامل کے بلند مقام پر فائز ہیں۔ محققانہ اندازِ فکر کے ساتھ غیر متعصب قلب و نظر بھی رکھتے ہیں۔ آپ کی وسعتِ نظر، وسیع معلومات اور مدلل تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ موصوف حقائق کو بے لاگ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ کسی کی دل آزاری یا تحقیر و تذلیل قطعاً مقصود نہیں ہوتی۔ تحریر عالمانہ ہو یا فلسفیانہ، محققانہ ہو یا ادیبانہ تقدس و پاکیزگی کی فضا آپ کی نگارشات پر برابر چھائی رہتی ہے۔ ممدوح عالمی سطح پر علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کے شاگردوں، ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ بے حد وسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ موصوف کی اس علمی و تحقیقی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر اپنے فیوض و برکات اور ثمراتِ خیر سے خوب نوازے۔ آمین! (محررہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۹۹ء)

**پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری**

صدر شعبہ ارضیات، جامعہ کراچی، کراچی
سیکرٹری جنرل ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی

تاریخ کے حوالے سے کسی بھی دستاویز کو آخری تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ تاریخ میں کوئی بات بھی حرف آخر نہیں ہوتی۔ تاریخ میں یہ بات اکثر دیکھنے میں آئی ہے کہ ایک کارنامہ ایک شخصیت، ایک انجمن یا ادارہ یا ایک طبقہ فکر کے حوالے سے معروف ہو جاتا ہے مگر بعد کے مورخین اپنی جستجو، تحقیق اور شواہد کی بنیاد پر اسی کارنامے کو دوسری شخصیت یا کسی اور طبقہ فکر کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ تاریخ میں بعض مواقع پر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی تحریک میں کارنامہ انجام دینے والا پیچھے رہ جاتا ہے اور تحریک کے نامور افراد کے نام سے وہ کارنامہ مشہور ہو جاتا ہے مگر مورخ بعد میں اس اصل نام کو تاریخ میں شامل کرواتا ہے۔

تاریخ کی ایک ایسی ہی نوعیت کی طرف ملک کے ممتاز ماہر تعلیم، مورخ اور ادیب محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (سابق ایڈیشنل سیکرٹری محکمہ تعلیم، حکومت سندھ) نے اپنے ایک رسالہ "تصور پاکستان" میں مبذول کرائی ہے۔ اس رسالے میں آپ نے تصورِ

پاکستان سے متعلق دستاویزات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تحقیق کی روشنی میں ''تصورِ پاکستان'' کا خاکہ جو ۱۹۳۰ء میں سر ڈاکٹر محمد اقبال نے پیش کیا تھا۔ اس سے پانچ سال قبل بھی کئی حضرات دانشور علماء اور اہل علم مختلف صورتوں میں پیش کر چکے تھے مگر ہند کے ایک ممتاز عالم دین مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نے ۱۹۲۵ء میں بہت واضح طور پر ''تصورِ پاکستان'' کا منصوبہ پیش کیا تھا جو علی گڑھ سے شائع ہوا۔ یہ دستاویز دراصل ایک تفصیلی خط کی صورت میں ہے جو مولانا عبدالقدیر بدایونی نے گاندھی کو لکھا تھا اور یہ کھلا خط مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دسمبر ۱۹۲۵ء میں محمد مقتدیٰ خاں شروانی نے شائع کیا تھا۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنی تحقیق کے دوران اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے کثیر شواہد کے ساتھ بحث کی ہے کہ:

''یہ خط کیا قاضی عزیز بلگرامی کا لکھا ہوا ہے جو انہوں نے اپنے بھائی عبدالقدیر کے نام سے شائع کروایا تھا، یا یہ خط مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تحریر ہے۔''

ڈاکٹر صاحب نے خط کے متن پر زور دیتے ہوئے یہ بات ثابت کی ہے کہ خط کے ابتدائی متن میں جو فقیہانہ بحث گائے کی قربانی سے متعلق کی گئی ہے وہ صرف ایک ممتاز عالم دین ہی کر سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قاضی عزیز الدین بلگرامی کی علمی حیثیت اور مولانا عبدالقدیر بدایونی کی علمی استعداد پر بحث کے بعد یہ کلیہ قائم کیا کہ:

''علمی وقار کیونکہ مولانا عبدالقدیر بدایونی کا مستند ہے اور قاضی عزیز الدین کا فقہی مزاج ہی نہیں۔ لہٰذا تحریر مولانا عبدالقدیر بدایونی کی ہے اور خط کے آخر میں تصورِ پاکستان کا منصوبہ بھی ہے۔''

اس لحاظ سے ڈاکٹر صاحب نے تصورِ پاکستان کی تاریخ کو ۱۹۲۵ء سے مدون کیا اور اس کا سہرا مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کو دیا۔ اسی طرح سر ڈاکٹر محمد اقبال شاعر مشرق کے خواب دیکھنے سے قبل مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نے ایک حقیقی منصوبہ پیش کر دیا۔ اگرچہ سر ڈاکٹر محمد اقبال کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کے ایک بڑے اور اہم اجلاس میں اپنے اس خواب

اور منصوبے کا اظہار کیا تھا۔ جس کے بعد تحریک پاکستان میں تیزی پیدا ہوئی اور پاکستان ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء میں وجود میں آیا۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے تصورِ پاکستان کی تحریک کی ایک اہم کڑی کا انکشاف کیا ہے۔ ممکن ہے اس سے قبل بھی ہمارے علماء دین اور صلحاء امت نے اس قسم کا منصوبہ پیش کیا ہو۔ یہ سب تاریخ کا حصہ ہے آگے کے مؤرخین کتنی جستجو کرتے ہیں یہ وقت ہی بتائے گا۔ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے اسلاف کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں' جنہوں نے تصورِ پاکستان کی منصوبہ بندی کی اور بعد میں اس کو عملی جامہ پہنایا۔ اللہ تعالیٰ تحریک پاکستان اور تصورِ پاکستان کے تمام مخلصین کو ان کی اس محنت کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین!

(محررہ ۱۸ر نومبر ۱۹۹۹ء)

پروفیسر السید حازم محمد احمد المحفوظ
شعبہ اردو' فیکلٹی آف لینگویج اینڈ ٹرانسلیشن
الازہر یونیورسٹی' قاہرہ مصر

''ہمیں آپ کی آخری[۳] اور قیمتی تصنیف ''تصورِ پاکستان'' ملی۔ ہم نے اسے اپنے موضوع میں منفرد اور نئی کتاب پایا۔ آپ نے اس میں علمی تحقیق کا عمدہ طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ آپ نے ہمیں قیمتی اور جدید معلومات فراہم کی ہیں جو اس سے پہلے ہمارے علم میں نہیں تھیں۔

آپ نے صحیح تاریخ بیان کی اور قیام پاکستان کی پہلی اینٹ رکھنے کے سلسلے میں علماء کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب کے تیار کرنے میں جو آپ نے عظیم محنت کی ہے' اسے ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اور اسے اپنے لئے باعثِ افتخار قرار دیتے ہیں۔ اسے ہم عنقریب مصری یونیورسٹیوں کے شعبہ اردو کے نصاب میں شامل کردیں گے۔''

(محررہ ۱۳ر جمادی الآخر ۱۴۲۰ھ/ ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۹ء)[۴]

۳۔ The Latest

۴۔ عربی سے اردو ترجمہ ——— علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری' شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

## پروفیسر عبدالباری صدیقی

صدر شعبہ تاریخ، جامعہ کراچی، کراچی

جان برائٹ سے لے کر علامہ اقبال تک تقریبا درجنوں شخصیات نے ''تصورِ پاکستان'' پر نت نئی تجاویز پیش کیں۔ مگر مارچ اپریل ۱۹۲۰ء کے شائع شدہ جریدے ''ذوالقرنین'' میں مولانا عبدالقدیر بدایونی کے گاندھی کے نام لکھے گئے خط نے مسلم دنیا کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ انہوں نے گائے کی قربانی پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد آخر میں تقسیم ہند پر جو مفصل تجویز پیش کی، اسے نہ صرف عالمی میڈیا نے اس حد تک قابلِ اعتناء سمجھا کہ اس کے ہر پہلو کا گہری نظر سے جائزہ لیا اور تجزیہ پیش کیا۔ پروفیسر مسعود صاحب نے اسے اپنی کتاب کا موضوع بنا کر نظریہ پاکستان اور تخلیق پاکستان کی منزلوں کو سمجھانے میں ایک اہم ترین قدم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے۔ آمین!'' ☆ (محررہ ۱۳/ جنوری ۲۰۰۰ء)

## محمد شفیع شاہ

بزرگ دانشور، پشاور

''اس مقالے کا زیادہ تر تعلق تاریخ پاکستان سے ہے۔ ڈاکٹر صاحب نہایت کامیابی کے ساتھ ان اصل محرکین کو انتہائی روشنی میں لے آئے ہیں جنہوں نے ہماری مملکت کی اساس اور بنیاد رکھی تھی۔''[۵] (محررہ یکم ستمبر ۱۹۹۹ء)

## سیّد انور علی ایڈووکیٹ

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان، کراچی

مقالہ ''تصورِ پاکستان'' لفظ بہ لفظ پڑھا۔ آپ نے ازراہ عنایت اس پر تبصرہ کیلئے لکھا ہے۔

---

☆ ڈاکٹر عبدالباری صدیقی صاحب قضائے الٰہی سے ۶ / جنوری ۲۰۰۱ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔

۵۔ انگریزی سے اردو ترجمہ — فاطمہ مسعودی ایم۔ اے لاہور

میں سوچتا ہوں کہ آپ کی کتاب پر مجھ ناچیز کا تبصرہ چھوٹا منہ بڑی بات ہو گی۔ آپ ایک بلند پایہ محقق اور مصنف ہیں۔ جو کچھ لکھتے ہیں بڑی تحقیق کے بعد لکھتے ہی نہیں لکھنے کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ آپ کی تحریر میں تسلسل، جامعیت اور اختصار کے ساتھ ساتھ آپ کا منفرد انداز تحریر پڑھنے والے کے دل و دماغ کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اس لئے آپ اپنی تحقیق کے نتیجہ میں جس نقطہ نظر پر پہنچتے ہیں اس سے اختلاف ممکن نہیں رہتا۔

زیر نظر مقالہ میں آپ نے جو تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے اس کو پڑھ کر اس رائے سے اختلاف ممکن نہیں کہ تصورِ پاکستان کے حقیقی مصور مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی ہی تھے۔ اس کے علاوہ اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ علامہ اقبال مولانا موصوف کے اس تصور سے واقف تھے۔ مگر تعجب ہے کہ علامہ نے اپنے الٰہ آباد والے خطبے میں اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور پھر زمانہ سازوں نے اس تصور کا سہرا علامہ ہی کے سر باندھ دیا۔ مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے اپنا آپ منوا کر رہتی ہے۔ آپ نے ایک حقیقت کو آشکار ہی نہیں کیا، ثابت کر کے مولانا کی بے لوث خدمت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ مولائے کریم آپ کو اس کیلئے جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!" (محررہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۹ء)

خلیل احمد رانا

ناظم نعمان اکیڈمی، جہانیاں منڈی ضلع خانیوال



"تصورِ پاکستان۔ ایک تحقیقی جائزہ" نظریہ پاکستان سے متعلق نہایت اہم تحریر ہے۔ حضرت برادر محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی تحقیق پر مؤرخین کو توجہ دینی چاہیے۔ تاریخ پاکستان کے طالب علموں کیلئے اہم دستاویز ہے۔ آپ نے کتاب شائع کر کے تاریخ پاکستان کے باب میں اہم اضافہ کیا ہے۔

یہ کتاب غالباً پہلے "مولانا عبدالقدیر بدایونی" کے عنوان سے بھی چھپی تھی۔ حضرت پروفیسر صاحب کے اس مؤقف کو ابھی تک کسی نے جھٹلایا نہیں۔ یہ سچ ہے کہ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ سے پہلے ہی تقسیم ہند کا تصور پیش ہو چکا تھا۔ (محررہ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۹ء)

## پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری
مدرس جامعہ عین شمس، قاہرہ، مصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضیلۃ الشیخ الاستاذ ڈاکٹر محمد مسعود احمد حفظہٗ اللہ تعالیٰ

سرپرست ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

### تصور پاکستان

آپ نے مجھے اپنی تصنیف ''تصور پاکستان'' بھجوائی، مجھ پر لازم ہے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں، یہ بہترین کتاب ہے اور میں نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے، اس میں قیامِ پاکستان کے بارے میں قیمتی معلومات ہیں، کاش کہ میرا خدمت گزار بیٹا (شاگرد) ڈاکٹر حازم اس کا عربی میں ترجمہ کردے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کا عربی ترجمہ کیا جائے، تاکہ عرب اس سے استفادہ کرسکیں۔

میں آپ کا شکر گزار ہوں اور دعاگو

ڈاکٹر حسین مجیب مصری[1]

## ڈاکٹر خضر نوشاہی
ادارہ معارف نوشاہیہ

ساہن پال شریف، منڈی بہاء الدین

باسمہٖ تعالیٰ

''جن محققین نے قلم کی آبرو اور تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے خونِ جگر سے گلشنِ علم وادب کی آبیاری کی ہے، ان میں ایک انتہائی معتبر اور محترم نام حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بھی ہے، جو کہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ انہوں

1۔ عربی سے اردو ترجمہ ـــــ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

نے علمی و تحقیقی دنیا میں ایسے زریں نقوش ثبت کیے ہیں جو نہ صرف قابلِ رشک اور لائقِ ستائش ہیں بلکہ ہم جیسے طالب علموں کے لیے مشعلِ راہ بھی ہیں۔

محترم ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دام فیوضکم اگرچہ عام طور پر ماہر رضویات کے طور پر جانے اور پہچانے جاتے ہیں، جو کہ ان کا محبوب موضوعِ تحقیق ہے اور اس میں انہیں تخصص بھی حاصل ہے لیکن اس کے علاوہ بھی وہ متنوع موضوعات پر دادِ تحقیق دے چکے ہیں۔ اور ان کی تحقیق سند کا درجہ رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر ان کا یہ پیش منظر مقالہ ''تصورِ پاکستان ایک تحقیقی جائزہ'' ہی ان کے طرزِ استدلال اور تحقیق و تدقیق کے معیار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس مقالہ میں محترم ڈاکٹر صاحب نے ایک ایسی تاریخی حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔ جو ماضی کی گرد میں گم ہو چکی تھی کہ ہمارے اہل علم بھی اس سے بے خبر تھے۔ آپ نے انتہائی متانت اور سنجیدگی سے اس پر تحقیق کی ہے اور محکم دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ پاکستان کا تصور برصغیر میں سے پہلے کس نے پیش کیا تھا۔

اس تحقیق کے سامنے آجانے سے تاریخ کے مزید کئی باب وا ہو گئے ہیں جو مطالعۂ پاکستان کے طالب علموں کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں۔ امید ہے کہ اہلِ علم و دانش اس کتاب کو جذباتی انداز سے نہیں بلکہ تحقیق اور علمی لحاظ سے پڑھیں گے اور محترم ڈاکٹر صاحب کو دادِ تحسین دیں جنہوں نے تاریخ کے ایک انتہائی اہم گوشے کو بے نقاب کیا ہے۔ ادارۂ مظہر اسلام، لاہور کے اراکین کو خدائے بزرگ و برتر جزائے خیر عطا فرمائے جو اس مقالہ کو شائع کر رہے ہیں۔''

محررہ: ۲۵/ اگست ۲۰۰۲ء

و من اللہ التوفیق و علیہ التکلان

خاکپائے اہل اللہ ـــــ فقیر خضر نوشاہی

## سہ ماہی ''العلم'' کراچی

شمارہ ستمبر ۱۹۹۹ء

''مرسلہ کتابچہ ''تصورِ پاکستان۔ایک تحقیقی جائزہ'' کے مطالعے کے بعد میری رائے ہے کہ ایک معروف موضوع پر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا یہ مقالہ ایک اچھی کوشش ہے۔''

## ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' لاہور

شمارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء

''اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے اہم تاریخی اور تحقیقی معلومات فراہم کی ہیں۔یہ کتاب تاریخ کے طالب علم کیلئے ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔''

## ماہنامہ ''کاروانِ قمر'' کراچی

شمارہ نومبر ۱۹۹۹ء

''معروف محقق اور مشہور دانشور پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا یہ تحقیقی مقالہ پاکستان کی ایک اہم گمشدہ کڑی کی نشاندہی کرتا ہے۔''



## ماہنامہ ''نور الحبیب'' بصیر پور

شمارہ مئی ۲۰۰۱ء

''عام طور پر یہی مشہور ہے کہ تصورِ پاکستان پہلی بار علامہ محمد اقبال نے پیش کیا ہے۔ نامور محقق، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اس مقالہ میں اس کے برعکس نئے تاریخی حقائق پیش کیے ہیں۔جو قابلِ توجہ بھی ہیں اور لائقِ مطالعہ بھی۔''

# خلاصہ کلام

1. تاریخی حقائق کی روشنی میں تصورِ پاکستان کا تفصیلی خاکہ پیش کرنے والے مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ داخلی شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور چونکہ ان کے ڈاکٹر اقبال مرحوم سے دوستانہ مراسم تھے اس لئے ڈاکٹر صاحب کا ان کی تحریر سے استفادہ کرنا بعید از قیاس نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اس تصور کو سیاسی پلیٹ فارم سے پیش کر کے زندہ کر دیا۔ اور (سیاسی جدوجہد کیلئے) قائداعظم محمد علی جناح کا انتخاب کر کے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کیا۔

2. ابھی بہت سے حقائق پوشیدہ ہیں۔ مولانا سید صابر حسین بخاری نے قائداعظم سے متعلق بہت سے حقائق اپنی ضخیم کتاب:

"قائداعظم کا مسلک" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء

میں بیان کئے ہیں کہ جس طرح ڈاکٹر اقبال کا تعلق اور عقیدت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے رہی، اسی طرح قائداعظم کے اجداد کا تعلق اور عقیدت بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے رہی۔



3. بقول مولانا جلال الدین قادری (کھاریاں) جنہوں نے تاریخ پاکستان کے حوالے سے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں: "اعلیٰ حضرت بریلوی کے خلیفہ مفتی محمد برہان الحق جبلپوری نے فرمایا کہ مملکت کا نام "پاکستان" انہوں نے تجویز کیا تھا۔"

4. دیکھا یہ گیا ہے کہ مؤرخوں اور ادیبوں کو سنی علماء سے للّٰہی بیر رہا ہے یا وہ بے خبر رہے ہیں جانے بوجھتے بھی حقائق تسلیم نہیں کرتے جو کہ پڑھے لکھے انسان کو زیب نہیں دیتا۔ ہماری تاریخ مصلحتوں کا شکار رہی، خلاف حقیقت باتیں اس طرح مشہور کر دی گئیں گویا وہ بڑی حقیقت ہیں۔ ان کی اصلاح اہم قومی اور ملی فریضہ ہے۔

۵ زیرِ نظر کتاب میں بکثرت شواہد ایسے پیش کر دیئے گئے ہیں کہ تبصرہ نگار کیلئے یہ فیصلہ کرنا بالکل آسان ہے کہ یہ تجویز پیش کرنے والے مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی ہی تھے اور مقالہ نگار نے فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا تھا، مگر سوائے دو تین تبصرہ نگاروں کے کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہیں کی۔ کم از کم یہ تو کہا جا سکتا تھا کہ تصورِ پاکستان کی تجویز حتمی طور پر ۱۹۲۵ء میں مفصل طور پر پیش کر دی گئی تھی۔ اس میں تو کوئی شک نہ تھا۔

۶ حیرت کی بات یہ ہے کہ مقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے (جب کہ انہوں نے امام احمد رضا پر ۳۳ برس کام کیا ہے) تاریخی اہمیت کے اس مقالہ میں تحریکِ پاکستان یا تصورِ پاکستان یا دو قومی نظریہ کے حوالے سے امام احمد رضا خاں بریلوی، ان کے خلفاء یا متبعین میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا وگرنہ جہاں تحریکِ خلافت کا ذکر ہے یا تحریکِ ترکِ موالات یا تحریکِ گاؤ کشی کا تو وہاں پر امام احمد رضا اور ان کے متبعین کے افکار و نظریات اور ان کی عملی کردار کا ذکر لازمی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس حوالے سے ان کا کردار تحریکِ پاکستان و تاریخِ پاکستان کا ایک ناقابلِ فراموش حصہ ہے ـــــ اس گریز سے فاضل محقق و مصنف محترم کے غیر جانبدارانہ اسلوب کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

# کتابیات

## کتب


١. احمد رضا خاں: حدائق بخشش، حصہ سوئم مطبوعہ بدایوں

٢. رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ ۱۹۱۴ء

٣. محمد یعقوب بدایونی: اکمل التواریخ حصہ دوم مطبوعہ بدایوں ۱۹۱۴ء

٤. محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۰ء

٥. نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر: جلد اول مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۴ء

٦. محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء

٧. عبدالقدیر بدایونی: خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ اجلاس سالانہ مرکزی جمعیت علماء ہند، مطبوعہ بدایوں ۱۹۳۵ء

٨. عبدالقدیر بدایونی: خطبہ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس، مطبوعہ بدایوں

٩. محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء

١٠. رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء

١١. محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء

١٢. محمد مسعود احمد: عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء

13. S.Pirzada: The Evolution of Pakistan, Karachi,1963.

14. Muhammad Zia-ul-Islam: An open Letter to Mahatama Gandhi, Karachi, 1970.

15. Ishtiaq Hussain Qureshi: The struggle for Pakistan, Karachi, 1974.


## اخبارات

| نمبر شمار | اخبار | شمارہ |
|---|---|---|
| ١ | روزنامہ انجام، کراچی | ۲۴ را پریل ۱۹۵۸ء |

| ② | روزنامہ ذوالقرنین، بدایوں | ۷/اپریل ۱۹۶۰ء |
|---|---|---|
| ③ | ہفت روزہ الہام، بہاولپور | ۱۴/اگست ۱۹۷۶ء |

# رسائل

| ① | سہ ماہی العلم، کراچی | جنوری تا مارچ ۱۹۶۸ء |
|---|---|---|
| ② | ماہنامہ الزبیر، بہاولپور | آزادی نمبر ۱۹۷۰ء |
| ③ | ماہنامہ اقبال ریویو، کراچی | جنوری ۱۹۷۳ء |
| ④ | سہ ماہی العلم، کراچی | ستمبر ۱۹۹۹ء |
| ⑤ | ماہنامہ سیدھا راستہ، لاہور | اکتوبر ۱۹۹۹ء |
| ⑥ | ماہنامہ کاروان قمر، کراچی | نومبر ۱۹۹۹ء |
| ⑦ | ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور | مئی ۲۰۰۱ء |
| ⑧ | ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور | اکتوبر، نومبر ۲۰۰۳ء |

# تحریری بیانات

| ① | عبدالمجید محمد اقبال، کراچی (ابن مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی) محررہ ۱۴/جون ۱۹۷۶ء |
|---|---|
| ② | خواجہ عبدالحمید کمالی، کراچی (سابق ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی، کراچی) محررہ جون ۱۹۷۶ء |



# مکتوبات

| نمبر شمار | مکتوب نگار | مکتوب بنام | محررہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی | پروفیسر محمد ایوب قادری | ۲/ستمبر ۱۹۵۶ء از علی گڑھ |
| ۲ | حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی | ڈاکٹر صبیح الدین بلگرامی | ۲۳/جنوری ۱۹۶۸ء از علی گڑھ |
| ۳ | حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی | حکیم محمد موسیٰ امرتسری | ۲۸/مارچ ۱۹۶۸ء از علی گڑھ |
| ۴ | جمال الدین مونس نظامی (مدیر اخبار ذوالقرنین، بدایوں) | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | |

| ۵ | محمد شفیع شاہ | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | یکم ستمبر ۱۹۹۹ء از پشاور |
|---|---|---|---|
| ۶ | سید انور علی ایڈووکیٹ | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۱۳ر ستمبر ۱۹۹۹ء از کراچی |
| ۷ | پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد عادل | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۱۴ر ستمبر ۱۹۹۹ء از خیر پور میرس |
| ۸ | پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۱۹ر ستمبر ۱۹۹۹ء از بہاولپور |
| ۹ | پروفیسر حافظ سید مقصود علی | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۲۴ر ستمبر ۱۹۹۹ء از خیر پور میرس |
| ۱۰ | خلیل احمد رانا | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۲۷ر ستمبر ۱۹۹۹ء جہانیاں منڈی |
| ۱۱ | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۱۸ر نومبر ۱۹۹۹ء از کراچی |
| ۱۲ | پروفیسر محمد حازم المحفوظ | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۹ء از قاہرہ |
| ۱۳ | پروفیسر عبد الباری صدیقی | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | ۱۳ر جنوری ۲۰۰۰ء از کراچی |
| ۱۴ | پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | از قاہرہ |
| ۱۵ | ڈاکٹر خضر نوشاہی | ملک محمد سعید مجاہد آبادی | ۲۵ر اگست ۲۰۰۲ء از ساہن پال (ضلع گجرات) |

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ (بقرہ ۱۰۵)

(اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے)

# پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

## حیات، علمی اور ادبی خدمات

ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی

مقالہ ڈاکٹریٹ بہار یونیورسٹی، بھارت ۔ ۱۹۹۷ء



نگران

پروفیسر فاروق احمد صدیقی

شعبہ اردو، بہار یونیورسٹی، بھارت

ضیاء الاسلام پبلیکیشنز

ا۔ ضیاء منزل شوگن مینشن، آف محمد بن قاسم روڈ عیدگاہ، کراچی سندھ؛ اسلامی جمہوریہ پاکستان

# مصر کے مشہور محقق اور فاضل ڈاکٹر حسین مجیب المصری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلۃ الإمام الأستاذ الدکتور محمد مسعود أحمد حفظہ اللہ

رئیس مرکز بحوث الإمام أحمد رضا

سلام اللہ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، والأمل أن تکونوا من أنتم عافیۃ وأسعد حال. أما بعد

تصور پاکستان

ولا یسعنی إلا شکرکم علی کتاب تصور پاکستان الذی تفضلتم بإهدائه إلیّ وهو کتاب نفیس أفدت منه کثیراً، وفیه معلومات جدیدة عن قیام پاکستان، وهو مرجع قیم أصیل لکل من یکتب عن پاکستان، ویالیت ولدی البار الدکتور حازم یقوم بترجمته إلی العربیة لأنه یستحق الترجمة کی یستفید منه العرب

ولکم وافر الشکر وخالص الدعاء

القاهرة

دکتور حسین مجیب المصری

۲۰ ینایر ۲۰۰۱م


حسین مجیب المصری

۳ شارع الملک الأفضل الزمالک القاهرة

ت ۷۳۸۲۵۰۲




إلی فضیلۃ الإمام

الأستاذ الدکتور محمد مسعود أحمد

حفظہ اللہ

المرسل

د حسین مجیب المصری


اس خط کا مفہوم ص ۸۷ پر دے دیا گیا ہے

# تصانیف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

| نمبر | کتاب | مقام | سنہ |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱ | تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات | کراچی | ۱۹۶۴ء |
| ۲ | شاہ محمد غوث گوالیاری — حیات و آثار | میر پور خاص | ۱۹۶۴ء |
| ۳ | مکاتیب مظہری | کراچی | ۱۹۶۹ء |
| ۴ | فتاویٰ مظہری | کراچی | ۱۹۷۰ء |
| ۵ | فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں | لاہور | ۱۹۷۳ء |
| ۶ | سیرت مجدد الف ثانی | کراچی | ۱۹۷۶ء |
| ۷ | فتاویٰ مسعودی | کراچی | ۱۹۷۸ء |
| ۸ | حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال | سیالکوٹ | ۱۹۷۸ء |
| ۹ | تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم | لاہور | ۱۹۷۹ء |
| ۱۰ | محبت کی نشانی | کراچی | ۱۹۸۰ء |
| ۱۱ | حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی | سیالکوٹ | ۱۹۸۱ء |
| ۱۲ | امام احمد رضا اور عالم اسلام | کراچی | ۱۹۸۳ء |
| ۱۳ | آخری پیغام | لاہور | ۱۹۸۶ء |
| ۱۴ | جانِ جاناں | کراچی | ۱۹۸۹ء |
| ۱۵ | محدث بریلوی | کراچی | ۱۹۹۳ء |
| ۱۶ | حضرت مجدد الف ثانی حالات، افکار و خدمات | کراچی | ۱۹۹۵ء |
| ۱۷ | آئینہ حقائق | لاہور | ۱۹۹۷ء |
| ۱۸ | فتاویٰ خیریہ | کراچی | ۱۹۹۹ء |
| ۱۹ | دینِ فطرت | کراچی | ۲۰۰۳ء |

حکیم محمد سعید

HAKIM MOHAMMED SAID
HAMDARD HOUSE
KARACHI-74600
(Pakistan)

Karachi Clinic: 215868, Office: 6616001-4, Residence: 4914651
Telex: 28370 HAMD PK, Telefax: (92-21) 6611755
E-Mail: hlpak@paknet3.ptc.pk.
Madinat al-Hikmah: 6996001-2, 6990008
Lahore: Clinic 7237729
Rawalpindi: Clinic 560716
Peshawar: Clinic 274186

جناب محترم ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حوالہ نمبر: ۱/م ت/۹۸ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

کراچی: ۱۸ر جولائی ۱۹۹۸ء

علم کی اشاعت، فکر کی وسعت اور دانش کی حفاظت کسی قوم کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے، اس لیے وہ اصحاب جو اس خدمت میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے علم و فکر کی ملک و ملت کے لیے عام کرتے ہیں ہمارے لیے نہایت قابل احترام اور لائق ستائش ہیں۔

میں نے برصغیر کے ان اہل فکر و نظر اور صاحبان تصنیف کی ایک فہرست مرتب کی ہے جن کے بارے میں مجھے یقین و اطمینان ہے کہ انھوں نے برصغیر میں انقلاب فکر پیدا کیا ہے اور تعمیر و تہذیب اذہان میں ناقابل فراموش اور موثر و مثبت حصہ لیا ہے۔ اس فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی ہے۔ میں ممنون ہوں کہ آپ از راہ لطف و کرم اپنے گراں قدر تصانیف وقتاً فوقتاً مجھے ھدیۃً بھجواتے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ میرے پاس ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ مگر میں اس سے ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی کم سے کم ایک تصنیف کا اصل مسودہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ برصغیر میں اہل فکر و قلم کی تحریرات کو محفوظ کرنے کا تخیل صرف اس حد تک ہے کہ قومی اور سیاسی رہنماؤں کے بارے میں اس قسم کا انتظام کیا جاتا ہے ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک سیاسی رہنما سے زیادہ اہمیت کی حامل وہ شخصیات ہیں کہ جو افکار کو جنم دیتی ہیں اور علم و عمل کی راہوں کو ہموار کرتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ایسی تمام تحریرات کو جمع کر کے ان کو محفوظ کر دینے کا انتظام کر دوں۔ بلاشبہ یہ تحریرات آج بھی قیمتی ہیں اور آج سے پچاس اور سو سال بعد ان کی قیمت و قدر کئی گنا زیادہ ہو گی کہ ان کو ایک امانت، ملی کی حیثیت حاصل ہو گی۔ پچاس اور سو سال بعد شائد ہم تو اس دنیا میں موجود نہیں ہوں مگر میں فکر و نظر کے لیے آنے والی ملت کے لیے یہ تاریخی سرمایہ محفوظ کر جاؤں گا کہ جو متعدد اعتبارات سے موضوع فکر بن سکتا ہے۔

میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ کم سے کم اپنی کسی ایک تصنیف کا مکمل مسودہ اصل حالت میں (یعنی جس حال میں کہ کتابت یا طباعت کے لیے دیا گیا تھا) مجھے عطا فرما دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے مجلد کرا کے بیت الحکمہ کے شعبہ مسودات مصنفین میں محفوظ کر دوں۔ آپ کے اس تعاون و عطا سے مجھے ملی خدمت کا موقع مل جائے گا اور میں ہدیہ تشکر و امتنان بھی آپ کو پیش کر کے مطمئن ہوں گا۔

میری ایک اور درخواست یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے حالات (بایو ڈیٹا۔ حیات نامہ) سے بھی مطلع فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تاکہ میں اس مسودہ کے ساتھ اسے بھی محفوظ کر سکوں۔

احترامات فائقہ کے ساتھ

آپ کا مخلص

(حکیم محمد سعید)